مسالك الحنفأ في والدى المصطفى ﷺ

للشيخ العلامة جلال الدين
عبد الرحمن بن ابي بكر السيوطی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی سنة ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء

حضور ﷺ کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

بسلسلہ مقامِ والدین مصطفےٰ نمبر1

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب

تصنیف
امام جلال الدین سیوطیؒ

ترجمہ و تحقیق
مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز، لاہور

جملہ حقوق حق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ ﷺ

ترجمہ کا نام ——— حضور ﷺ کے والدین کے بارے اسلاف کا مذہب

مترجم ——— مفتی محمد خان قادری

پروف ریڈنگ ——— حافظ ابو سفیان

کمپوزنگ ——— حجاز پیپر مارٹ ستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور

کمپوزر محمد ظفر اقبال مدثر اعوان حضرت کیلیانوالہ

ناشر ——— حجاز پبلی کیشنز لاہور

زیر اہتمام ——— محمد اسلم شہزاد

اشاعت ——— رجب المرجب 1420ھ اکتوبر 1999ء

تعداد ——— گیارہ سو (1100)

قیمت ——— =/60 روپے

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کی تمام تصانیف کے علاوہ دیگر علماء کی تحقیقی و علمی کتب بارعایت حاصل کرنے کے لئے حجاز پبلی کیشنز مرکز الاویس ستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور سے رجوع فرمائیں۔ فون:- 7324948

انتساب

حضرت العلام مولانا علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ

کے نام

۱-جو موجودہ دور کے متبحر فاضل اور عظیم محقق ہیں۔

۲-اعتقادی مسائل میں بڑی گہری نظر کے حامل ہیں۔

۳-تدریس اور تحریر و تقریر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

۴-کوئی بدعقیدہ مناظر ان کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرتا۔

۵-کوثر الخیرات (سورۂ کوثر کی تفسیر) اور جلاء الصدور (سماع موتیٰ پر) جیسی عظیم کتب کے مصنف ہیں۔

دعاجو

محمد خان قادری

فہرست

انتساب 3

ابتدائیہ 9

ترجمہ کا پروگرام 10

علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات 10

سانحہ لولاد شریف 11

رسائل سیوطی کا تذکرہ 11

جنون کو ترجمہ کا افتتاح 11

19 ایام میں تکمیل 11

مراحل طباعت 12

اس موضوع پر مستقل تصانیف 12

رسائل چھ ہیں 15

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح 17

ملا علی قاری کے رسائل کی اشاعت پر افسوس 18

1۔یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہی نہیں 19

2۔اس نسخہ میں غلطی تھی 20

1۔امام طحاوی حنفی اسی حقیقت کو آشکار
کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ 20

2۔شیخ الاسلام امام ابن حجر کی تحقیق فرماتے ہیں 21

3۔شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں 21

نہایت ہی اہم دلیل 22

ملا علی قاری کی تشکیک 23

صحیح نسخوں کا مشاہدہ 23

ایک خوبصورت بات 25

اگر الفاظ یہی ہوں 25

4۔مجدد وقت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی
بھی اس عبارت کی یہی توجیہ کرتے ہوئے
فرماتے ہیں۔ 27

ملا قاری کی توبہ ورجوع 27

شرح شفاء سے تائید 28

مسلک اول 31

حافظ ابن حجر کی رائے 32

آیات مبارکہ 33

دو احادیث مبارکہ جن میں اہل فترت
کے امتحان کا تذکرہ ہے 37

شریعت اور احکام 40

اعتراض وجواب 43

والدین کریمین کا معاملہ 43

امام عزالدین ابن عبدالسلام کی رائے 45

حافظ ابن حجر کا ارشاد گرامی 46

اہم نکتہ 49

امام ابی کی امام نووی پر علمی گرفت 49

دلائل قطعیہ سے ثبوت 51

تین جوابات 51
اہل فترت کی تین اقسام 52
دوسری قسم مراد ہے 52
مسلک ثانی 53
امام فخر الدین رازی کی دوسری دلیل 54
تائیدی دلائل 55
مقدمہ اول 55
دوسرا مقدمہ 55
پہلے مقدمہ پر دلائل 56
دوسرے مقدمہ پر دلائل 61
آزر والد نہیں 67
"اب" کا اطلاق چچا پر 69
ایک اہم فائدہ 71
تحقیق 74
حدیث صحیح کی شہادت 74
امر ثانی 77
اس کی سند 84
امام ابو نعیم نے بھی 86
خلاصہ کلام 86
حضرت عبد المطلب میں تین اقوال 87
امام سہیلی کی تحقیق 87
امام شہرستانی کی گفتگو 88
اس کی تائید 89
کافر آباء کی طرف انتساب منع ہے 90
تعارض نہیں ہے 91
امام حلیمی کا فرمان 92
حضرت عبد اللہ کے بارے میں ترجیح 92
امام ابو الحسن ماوردی کی گفتگو 93
فائدہ 96
امر ثالث 97
نور کا مشاہدہ 100
والدہ ماجدہ کے مشاہدات 101
اعتراضات 101
علمی اور تحقیقی جوابات 102
پہلے اعتراض کا جواب 102
اصول کی بناء پر تردید 103
روایت میں تصریح 104
لفظ نجیم سے تائید 104
جب ابو طالب کا یہ حال ہے 105
دوسرے اعتراض کا جواب 105
تیسرے اعتراض کا جواب 106
امر رابع 106

احادیث تائید 107
امام اشعری کے ارشاد کا مفہوم 107
والدین شریفین کے بارے
میں یہی بات ہے۔ 108
چوتھے اہم اعتراض کا جواب 109
لیجیے تحقیقی جواب 109
معمر حماد سے ثقہ ہیں 109
امام بخاری نے روایت نہ لی 110
دیگر احادیث سے معمر کی تائید 110
امام ابن ماجہ کی روایت 111
بخاری و مسلم کی روایات 11
عدم اذان کا جواب 112
ایک اور واضح تائیدی روایت 112
مراد ہی ابو طالب ہوں 114
دو اہم امور 114
اہم نوٹ 116
تتمہ 116

میدان محشر کا منصب 117
اگر مخالف امام شافعی المسلک ہے 117
اگر مقابل مالکی ہے 118
اگر مقابل حنفی ہے 119
اگر مقابل محض ناقل حدیث ہے 120
مذاہب اربعہ کے مقلدین 121
تیسرا مسلک 121
امام سبکی کی رائے 122
امام قرطبی کی رائے 123
علامہ ناصر الدین ابن منیر مالکی 123
خاتمہ 126
قاضی ابو بکر ابن العربی کا فتوی 126
پانچواں قول 127
مسئلہ 129
والدین کریمین اور حدیث 131
خاتمہ 131
خاتمہ 131

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریباً ۱۹۹۰ء کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے ہم حرمین شریفین حاضر ہوئے مکۃ المکرمۃ سے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں ابواشریف حاضری کا پروگرام طے پایا۔ بندہ مکاتب پر بعض کتب کی تلاش کی وجہ سے وقت مقررہ سے لیٹ ہو گیا۔ اہل قافلہ خاصا انتظار کرنے کے بعد ابواشریف روانہ ہو گئے۔ اس محرومی کی وجہ سے جو دل پر گزری وہ الفاظ میں کیسے بیان ہو سکتی ہے؟

آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہو گئے اور دل اپنے مالک و خالق کے حضور عرض کناں ہوا کہ ارحم الرحمین میری غلطیوں کو معاف فرما دے تاکہ آئندہ ایسی محرومی نہ ہو۔

رسائل سیوطی کا حصول

اسی دن پچھلے پہر پریشان دل لئے ہوئے ایک مکتبہ پر گیا وہاں دیگر کتب کی تلاش کرتے ہوئے اچانک ایک ایسی کتاب پر نظر پڑی جس کا ٹائٹل الرسائل التسع للسیوطی (امام سیوطی کے نو رسائل کا مجموعہ) تھا۔ کتاب اٹھائی کھولی تاکہ دیکھوں امام کے کون کون سے رسائل اس میں ہیں۔ جب صفحہ نمبر ۵ سامنے آیا جس میں محقق ڈاکٹر محمد عزالدین سعیدی نے تحریر کیا تھا کہ اس میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے چھ رسائل ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان و مقام پر ہیں پھر ان کے نام بھی تحریر کئے۔

بس پھر کیا تھا؟ کتاب کو چوما' دل خوشی سے لہلہا اٹھا اور اپنے رب تعالیٰ کے حضور بار بار سجدہ ریز ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ تو نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کے توسل سے مجھے انمول خزانہ عطا فرما دیا ہے۔ اگرچہ میں ابواشریف حاضر نہ ہو سکا لیکن ان کی شفقت سے محروم نہیں رہا کیونکہ مجھے ایسے تمام نایاب رسائل ... جن کے وہاں سے کا میں تصور بھی نہ کر سکتا

تھا۔

ترجمہ کا پروگرام

یہ پروگرام بنایا کہ پاکستان جاتے ہی ان کا ترجمہ کروں گا انہی دنوں بندہ نے ایمان والدین مصطفی ﷺ پر ایک مقالہ لکھا اس کے مقدمہ میں' میں نے یہ الفاظ لکھے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر فرمائے ہیں ان کے اردو ترجمہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ قارئین سے التماس ہے وہ دعا کریں کہ اس کی توفیق نصیب ہو۔ (ایمان والدین مصطفی ﷺ ص ۹)

لیکن بعد میں کچھ ایسی مصروفیات آڑے آتیں رہیں کہ ترجمہ نہ ہو سکا۔ جب میں نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے وقت نہ ملے' لیکن ان رسائل کا ترجمہ ہمارے معاشرہ کے لئے ضروری ہے تو اپنے متعدد ساتھیوں کے یہ کام سپرد کیا لیکن وہ بھی اسے نہ نبھا سکے۔

علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات

کوئی تین سال پہلے فیصل آباد کسی پروگرام میں شرکت کے لئے گیا تو وہاں نامور مصنف عالم دین علامہ محمد صائم چشتی مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ اہل بیت اطہار پر لکھنا پڑھنا ان کا خصوصی ذوق ہے۔ ان سے رسائل کے بارے میں بات ہوئی تو فرمایا آپ بھیج دیں میں ان رسائل کا ترجمہ کر دوں گا۔ اس پر بہت خوشی ہوئی' انہی دنوں انہیں لاہور آنا ہوا تو ہمارے جامعہ اسلامیہ لاہور میں خود تشریف لے آئے اور رسائل ترجمہ کے لئے لے گئے' انہوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے بہت جلد ترجمہ کر کے روانہ کر دیا۔ بندہ نے اپنی ہمت و علم کے مطابق اس پر نظرثانی کی اور تمام کی کتابت کروا کر موصوف کو بھجوائی تاکہ اس کی پروف ریڈنگ

فرما دیں۔ لیکن انہوں نے وہاں مسجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا جس کی وجہ سے انہیں وقت نہیں مل رہا تھا۔

سانحہ ابوا شریف

۱۹۹۹ء رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بعض سعودی نجدیوں نے مقام ابوا شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار عالیہ کو بلڈوز کر دیا جس پر پورے عالم اسلام میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی لاہور میں ہم نے تحریک تحفظ آثار رسول ﷺ تنظیم بنائی' جس کے تحت لاہور کے ہر مرکزی مقام پر سانحہ ابوا کانفرنس کا اہتمام کیا بحمد اللہ اس مسئلہ پر خوب احتجاج بھی ہوا ہے۔

رسائل سیوطی کا تذکرہ

اب جبکہ جاتے' رسائل سیوطی کا وہاں تذکرہ ہوتا کیونکہ اس موضوع پر سب سے بڑا کام یہی ہے۔ بندہ عرض کرتا کہ جیسے ہی فیصل آباد سے ترجمہ آتا ہے انہیں شائع کر دیا جائے گا لیکن محترم صائم صاحب مدظلہ کی مصروفیات آڑے آرہی تھیں۔

۲ جون کو ترجمہ کا افتتاح

مسلسل علماء اور ساتھیوں کے اصرار پر یہ سوچا کہ ایک کتاب کے متعدد تراجم بھی تو ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی تصور بار بار آرہا تھا کہ سن ۹۰ میں یہ نعمت حاصل ہوئی' کتنا عرصہ گزرا کہ اب تک اس کا ترجمہ سامنے نہ آسکا' کہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں گرفت ہی نہ ہو تو ۲ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نام سے ترجمہ شروع کر دیا۔

۱۹ ایام میں تکمیل

اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف سے بڑے سائز کے ۲۳۱ صفحات پر مشتمل چھ

رسائل کا ترجمہ ۲۳ جون بروز بدھ ۱۹۹۹ء بوقت پونے گیارہ بجے بمطابق ۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ ہجری کو مکمل ہو گیا' درمیان میں دو دن بخار کی وجہ سے کام نہ کر پایا تو اس طرح انیس ایام میں اس ترجمہ کی تکمیل ہوئی یہ سب اللہ تعالیٰ کی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی برکت و شفقت سے ہے' ورنہ اتنے سالوں سے رکا ہوا کام اتنے قلیل عرصہ میں کیسے ہو سکتا ہے؟

مراحل طباعت

اس کے بعد طباعت کا مرحلہ شروع ہوا تو علامہ محمد اسلم شہزاد ڈائریکٹر حجاز پبلی کیشنز لاہور' حافظ ابو سفیان ' اسرار احمد' محترم اعجاز احمد' محترم محمد ظفر اقبال مدثر اعوان (کیلانی) اور محمد شہباز نے اس سلسلہ میں بڑی محنت کی جس کے سبب ستمبر ۱۹۹۹ء میں تمام کی طباعت مکمل ہوئی۔ ہمارے ایک ساتھی محترم سعید احمد ہیں جنہوں نے طباعت میں مالی تعاون فرمایا۔ بندہ دعا گو ہے اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

اس موضوع پر مستقل تصانیف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین کے مقام و ایمان پر متعدد اہل علم نے کام کیا ہے۔ یوں تو سینکڑوں آئمہ امت نے اپنی اپنی کتب میں اس مسئلہ پر لکھا ہے لیکن ہم یہاں اس مسئلہ پر ان مستقل کام کرنے والے مصنفین اور ان کی کتب کے نام ذکر کئے دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ کام امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

۱۔ مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ الدرج المنیفۃ فی الاباء الشریفۃ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔المقامة السندسیة فی النسبة المصطفویة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔التعظیم والمنة فی أن ابوی رسول اللہ فی الجنة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔نشر العلمین المنیفین فی احیاء الابوین الشریفین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔السبل الجلیة فی الاباء العلیة امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔حدیقه الصفاء فی والدی المصطفے امام سید مرتضیٰ زبیدی صاحب القاموس

۸۔الانتصار لوالدی النبی المختار امام سید مرتضیٰ زبیدی صاحب القاموس

۹۔ سداد الدین و سداد الدین فی اثبات النجاۃ والدرجات للوالدین۔امام سید محمد رسول برزنجی مدنی المتوفی ۱۱۰۳ھ

۱۰۔اثبات النجاۃ والایمان لوالدی سیدالاکوان علامہ آفندی داغستانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔هدیة الغبی الی اسلام آباء النبی مولانا سید محمد عبدالغفار قادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔تقدیس آباء النبی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری

۱۴۔حضور کے آباؤ اجداد کا مذہب محدث فاضل مولانا محمد ابراہیم میر

۱۵۔والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں اظہار حقیقت، شیخ محمد علوی مالکی مکی
۱۶۔تنبیہ الغفول فی اسلام آباء الرسول، علامہ قاضی ارتضا علی خاں رحمتہ اللہ علیہ
۱۷۔رسالہ فی ابوی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، علامہ محمد شاہ چلپی قاضی حلب المتوفی ۹۳۶ھ
۱۸۔انباء المصطفیٰ فی حق آباء المصطفےٰ، امام ابن الحنب المتوفی ۹۳۰
۱۹۔فی اسلام والدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شیخ ابن الملا علی المتوفی ۱۰۱۰ھ
۲۰۔بدیۃ الکرام فی حق آباء المصطفیٰ النبی علیہ السلام، شیخ یوسف بن عبداللہ دمشقی قاضی مرمل ۱۰۷۳ھ
۲۱۔انباء المطفی فی حق آباء المصطفیٰ، شیخ محمد بن قاسم رومی المتوفی ۹۷۰ھ
۲۲۔ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفےٰ فی الدارین الناجین، شیخ نورالدین الجزار مصری
۲۳۔تحفۃ الصفا فی مایتعلق بابوی المصطفیٰ، شیخ احمد بن اسماعیل الجزائری المتوفی ۱۱۵۰ھ
۲۴۔الرد علی من اقتحم القدح فی الابوین المکرمین، امام حسن بن عبداللہ حلبی المتوفی ۱۱۴۰ھ
۲۵۔قرۃ العینین فی ایمان الوالدین، امام حسین بن احمد دوانجی ۸۷۵ھ
۲۶۔رسالہ فی اسلام ابوی المصطفےٰ، علامہ داؤد بن سلیمان بغدادی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۹ھ
۲۷۔رسالہ فی ابوی النبی، شیخ علی بن حاج شافعی رحمتہ اللہ علیہ ۹۹۱ھ
۲۸۔نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین، مولانا حاجی محمد علی

مجددی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ ابوین مصطفی علامہ فیض احمد اویسی

۳۰۔ فضائل سیدہ آمنہ مفتی محمد امین نقشبندی

۳۱۔ مطالع النور النبی المنبئی ٭ طهارة النسب العربی کلام عبداللہ بستوی روی المتوفی ۱۰۴۵ھ

۳۲۔ ایمان والدین مصطفےٰ مفتی محمد خان قادری

۳۳۔ الدر الیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم حافظ شاہ علی انور قلندر

۳۴۔ ارشاد البغی الی اسلام آباء النبی مولانا برخوردار ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔ رسالہ علی ابوی النبی شیخ ابن کمال پاشا

۳۶۔ غایۃ الوصول فی نجاۃ ابوی الرسول شیخ عمران احمد مصری

۳۷۔ البدرین فی آباء سید الکونین مولانا حبیب الرحیم فاروقی

۳۸۔ القول المنقول فی نجاۃ ابوی الرسول مولانا جان محمد محمود پوری

۳۹۔ درج البهیة فی ایمان الاباء والامهات المصطفویة مولانا خیر الدین دہلوی (والد ابوالکلام آزاد)

۴۰۔ الکلام المقبول فی اثبات اسلام آباء الرسول مولانا وکیل احمد سکندر پوری

۴۱۔ والدین مصطفی حالات و ایمان مولانا محمد حسین قصوری

۴۲۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مولانا محمد اشرف آصف جلالی

۴۳۔ نور الہدیٰ فی آباء المصطفی

رسائل چھ ہیں

امام سیوطی کے مذکورہ چھ رسائل کے علاوہ ایک رسالہ "فوائد الکامنۃ فی ایمان السیدۃ آمنۃ" کے نام سے بھی مصر سے شائع ہوا جسے دیکھ کر ہمیں مغالطہ ہوا کہ شاید سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موضوع پر سات رسائل ہیں اس کی تنقید مولانا

عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے بھی ہوتی تھی۔

فان للسیوطی فی هذه المسئلة سبع رسائل بسط الکلام فیما بمالا مزید علیه

(ظفر الامانی، ۵۲۴)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر سات رسائل تصنیف فرمائے اور ان میں اس قدر گفتگو کی ہے کہ اس پر اضافہ ممکن نہیں۔

لیکن تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ رسائل چھ ہی ہیں، ساتواں رسالہ الفوائد الکامنۃ بعینہ "التعظیم والمنۃ" ہی ہے۔ عظیم محقق علامہ حسین محمد علی شکری لکھتے ہیں۔

هذه الرسالة المسماة الفوائد الکامنة فی ایمان السیدة آمنة هی عین الرسالة المسماة التعظیم والمنة فی ان ابوی النبی فی الجنة وقد ظهر لنا ذلک من خلال مقابلة النصوص الواردة منها فی هذا الکتاب بالاصل المطبوع للرسالة الثانیة الذکر وقد ذکر العلامة السید عبدالحی الکتانی فی فهرس الفهارس مایؤید ذلک حیث ذکر الرسالة الاولی واشار الی انها تعرف کذلک بالاسم

یہ رسالہ جس کا نام "الفوائد الکامنۃ فی ایمان السیدۃ آمنۃ" ہے یہ بعینہ وہی رسالہ جس کا نام "التعظیم والمنۃ فی ان ابوی النبی فی الجنۃ" ہے۔ یہ بات اس وقت سامنے آئی جب ہم نے اس کتاب (سد اوالدین) میں ان سے منقول عبارات کا تقابل کروایا۔ اس بات کی تائید علامہ سید عبدالحی الکتانی کی اس بات سے بھی ہوئی جو انہوں نے فہرس الفہارس میں لکھی، انہوں نے پہلے رسالہ کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ یہ ایک اور نام سے بھی معروف ہے۔ اور یہ رسالہ الگ مستقل طور پر شائع ہو گیا ہے لیکن ناشر نے واضح کر دیا ہے کہ یہ وہی رسالہ ہے جو

الاخر وقد طبعت هذه الرسالة مستقلة وبين الناشر لها انها هي الرسالة التى نعرف بالتعظيم والمنة

"التعظیم والمنۃ" کے نام سے معروف ہے۔

(حاشیہ سداد الدین ۳۸)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح

اس کے بعد ہمیں خود امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح بھی مل گئی کہ میں نے اس موضوع پر چھ رسائل تحریر کئے ہیں۔ دورمن قلکی علی ابن الکرکی میں مخالف کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والثانى انه تكلم فى حق والدى المصطفى بما لايحل لمسلم ذكره ولايسوغ ان يجزم عليه فكره فوجب على ان اقوم عليه بالانكار وان استعمل فى تنزيه هذا المقام الشريف الا قلام والا فكار فالفت فى ذلك ست مؤلفات شحنته بالفوائد وهى فى الحقيقة ابكار ومن ذالذى يستطيع على قيامى فى ذلك اويلقى نفسه فى هذه المهالك من انكر ذلك اكانا قول بكفر ولستغرق

دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے خلاف ایسی بات کی ہے جس کا ذکر مسلمان کے لئے جائز نہیں اور نہ ہی اسے عقیدہ بنانا جائز ہے' تو پھر یہ لازم تھا کہ میں اس کا رد لکھوں اور اس عظیم مقام کے تقدس کے پیش نظر قلم اور فکر کو حرکت میں لاؤں' تو میں نے اس مسئلہ پر چھ رسائل تصنیف کئے جو فوائد سے مالا مال ہیں۔ اور یہ حقیقتاً اس موضوع پر پہلا ہی کام ہے۔ اور کون ہے جو میرے رد کے لئے اٹھے گا حتی کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا۔ جو اس عقیدہ کا

العمر بهجره — مگر ہے میں تو اسے قریب کفر سمجھتا ہوں
(تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر ۳۵۸) — اور عمر بھر اس سے بائیکاٹ رکھوں گا۔

ان تمام تصریحات سے واضح ہو گیا کہ یہ سات رسائل نہیں بلکہ چھ ہی ہیں۔

ملا علی قاری کے رسالہ کی اشاعت پر افسوس

ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں جمہور امت کی مخالفت کرتے ہوئے ایک رسالہ "ادلة معتقد ابی حنیفة الاعظم فی ابوی الرسول"(والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں امام اعظم کے موقف پر دلائل) لکھا جو بڑی آب و تاب کے ساتھ شیخ مشہور بن حسن کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ ہمیں درج ذیل وجوہ کی بنا پر اس کی اشاعت پر افسوس اور دکھ ہے۔

ملا علی قاری کی بنیاد ہی درست نہیں

ملا علی قاری نے جس بنیاد پر یہ مسئلہ اٹھایا تھا وہ فقہ اکبر کی عبارت تھی۔ کیونکہ انھوں نے ایک مقام پر اس موضوع پر لکھنے کی یہ وجہ لکھی ہے۔

قدالتمس فی بعض الخلان من اعیان الاخوان ان اکتب رسالة لمسالة ذکر بها الامام اعظم المعتبر فی آخر کتابه الفقه الاکبر الذی علیه مدار الاعتقاد للاکثر...... فصرت مترددا بین القبول والنکول فاقدم رجلا واوخر

مجھ سے میرے بعض اہم دوستوں نے کہا کہ میں اس مسئلہ پر رسالہ لکھوں جس کا ذکر امام اعظم نے اپنی کتاب فقہ اکبر کے آخر میں کیا ہے۔ اور اس کتاب پر اکثر اعتقاد کا مدار ہے' تو میں اس بات کے قبول و انکار میں متردد ہوا' کبھی لکھنے اور کبھی نہ لکھنے کا سوچتا کیونکہ مجھے فتنے اور بڑی مصیبت کے کھڑے ہونے کا ڈر تھا۔

اخری خوفامن قیام فتنة
اخری وحصول بلیة کبری

(البضاعةالمزجاة من مطالع المرقاة ص۳)

اہم نوٹ:۔ یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہئے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں بار بار کفر پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

واماالاجماع فقداتفق السلف والخلف من الصحابة والتابعین والائمة الاربعة وسائر المجتہدین علی ذلک	رہا معاملہ اجماع کا تو اس پر تمام سلف و خلف متفق ہیں خواہ صحابہ ہوں یا تابعین آئمہ اربعہ ہوں یا دیگر مجتہدین۔

(ادلةمعتقدابی حنیفہ ۱)

اگر اس مسئلہ پر اجماع تھا تو پھر فتنہ اور مصیبت کبریٰ کا خوف کیوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان پر اجماع تھا جس کی وجہ سے یہ خوف لاحق ہوا۔ پھر رسالہ کا خود نام بھی بتا رہا ہے کہ ان کی بنیاد فقط فقہ اکبر کی عبارت ہی بنی تھی۔ لیکن تحقیق کے بعد یہ باتیں سامنے آ چکی ہیں۔

ا۔ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہی نہیں

فقہ اکبر کے بارے میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہی نہیں۔ خود مشہور بن حسن (جس نے رسالہ شائع کیا ہے) لکھتے ہیں۔

فی صحة نسبه الکتاب للامام ابی حنیفة رحمه الله وقفة لانه متضمن مسائل لم یکن الخوض فیها معروفافی عصره ولاالعصر الذی سبقه	اس کتاب کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرنے میں توقف ہے کیونکہ اس میں ایسے مسائل کا ذکر ہے جو ان کے دور میں معروف تھے اور نہ ان سے پہلے دور میں۔

آگے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا۔

بلغنا عن ابی مطیع الحکم بن عبداللّٰہ البلخی صاحب الفقہ الاکبر

ہمیں یہ بات ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی سے پہنچی ہے جو فقہ اکبر کے مصنف ہیں۔

پھر اس پر شیخ ناصر الدین البانی کا یہ نوٹ لکھا۔

فی قول المؤلف صاحب الفقہ الاکبر اشارۃ قویۃ الی ان کتاب الفقہ الاکبر لیس للامام ابی حنیفۃ رحمتہ اللہ علیہ خلا فالماھو مشہور عندالحنفیۃ

ذہبی کے قول صاحب فقہ اکبر سے قوی اشارہ مل رہا ہے کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب نہیں بخلاف اس بات کے جو احناف کے ہاں مشہور ہے۔

(کتب حذر منہا العلماء ۲=۲۹۳)

یہی بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی ہے۔ (ملاحظہ ہو مجموع الفتاوی ۵=۴۶)

۲۔ اس نسخہ میں غلطی تھی

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ کتاب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ہی ہے جیسا کہ مشہور ہے تو پھر اہل علم اس پر متفق نظر آتے ہیں کہ جو نسخہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے تھا اس میں غلطی تھی۔

ا۔ امام طحطاوی حنفی اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وما فی الفقہ من ان والدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی

فقہ اکبر میں جو عبارت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

الکفر فمدسوس علی الامام ویدل علیہ ان النسخ المعتمدۃ لیس فیھا شئی من ذلک

(حاشیہ در مختار ۲؍۲۰۵)

والدین کفر پر فوت ہوئے یہ امام اعظم پر تہمت ہے۔ اور فقہ اکبر کے متعدد نسخے شاہد ہیں' ان میں ایسی عبارت موجود نہیں۔

۲۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق فرماتے ہیں

ومانقل عن ابی حنیفۃ انہ قال فی الفقہ الاکبر انھما ماتا علی الکفر مردود بان النسخ المعتمدۃ من الفقہ الاکبر لیس فیھا شئی من ذلک

(الفتاوی الفقہیۃ)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جو منقول ہے کہ فقہ اکبر میں انہوں نے فرمایا والدین نبی کفر پر فوت ہوئے مردود و غلط ہے۔ کیونکہ فقہ اکبر کے معتمد نسخوں میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔

۳۔ شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں

واما مانقل عن ابی حنیفۃ فی الفقہ الاکبر من ان والدی المصطفی ماتا علی الکفر فمدسوس علیہ وحاشاہ ان یقول ذلک وغلط ملا علی قاری غفر اللہ لہ فی کلمۃ شنیعۃ قالھا

(شرح جوہرۃ التوحید ۵۸)

فقہ اکبر میں امام اعظم کے حوالے سے جو نقل کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کفر پر فوت ہوئے جو سراسر تحریف و تہمت ہے۔ اللہ کی قسم! وہ ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ملا علی قاری نے اس بارے میں جو کلمات بد کہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس پر معافی عطا فرماوے۔

۴۔ صاحب قاموس شارح احیاء علوم الدین امام مرتضیٰ زبیدی کے استاذ امام احمد بن مصطفی حلبی اس عبارت کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

ان الناسخ لما رای تکرر ما

کاتب نے جب "ماما" میں ما کا تکرار

فی (ماماتا) ظن ان احداهما زائدة فحذفها فشاعت نسخته الخاطئة

دیکھا تو اس نے ایک کو زائد سمجھتے ہوئے حذف کر دیا اس وجہ سے غلط نسخہ شائع ہو گیا۔

نہایت ہی اہم دلیل

اس پر انھوں نے یہ اہم دلیل بھی قائم کی کہ مذکورہ فقہ اکبر کی عبارت ہے۔ "ووالدا رسول الله ماتا علی الکفر وابوطالب مات کافرا"[٢٦] اگر واقعۃً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کفر پر تھے تو انھیں الگ اور حضرت ابو طالب کو الگ بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

ومن الدلیل علی ذلک سیاق الخبر لان اباطالب والابوین لوکانوا جمیعا علی ملة واحدة جمع الثلاثة فی الحکم بجملة واحدة لابجملتین مع عدم التخاف بینهم فی الحکم

اور اس پر سیاق کلام کی شہادت بھی موجود ہے۔ اس لئے کہ اگر ابوطالب اور والدین کی ایک ہی حالت ہوتی تو مصنف ان تمام کا حکم ایک ہی جملہ میں ذکر کر دیتے دو الگ الگ جملے ذکر نہ کرتے۔ کیونکہ پھر ان کے درمیان حکم میں اختلاف ہی نہ تھا۔

یعنی جب مصنف نے الگ الگ دونوں کو بیان کیا ہے تو ماننا پڑے گا کہ دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔ اور یہ اس صورت میں ثابت ہو گا جب "ماماتا علی الکفر" ہو۔

ملا علی قاری کی تشکیک

خود ملا علی قاری بھی فقہ اکبر کے مذکورہ نسخہ کے بارے میں متردد ہیں کیونکہ اس میں یہ عبارت بھی ہے۔

ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مات علی الایمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ایمان پر ہوا۔

اس کے تحت ملا علی قار لکھتے ہیں۔

وفی نسخة زید قوله ورسول اللّٰه ولیس هذا فی اصل شارح تصور لهذا المیلان لکونه ظاهرا فی معرض البیان ولا یحتاج الی ذکره لعلوه صلی الله علیه وسلم فی هذا الشان ولعل مرام الامام علی تقدیر صحة ورود هذا الکلام

(شرح فقہ اکبر ۱۰۸ مطبوعہ مصر)

فقہ اکبر کے نسخہ میں (جو ملا علی قاری کے سامنے تھا) امام صاحب کا یہ قول بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـــــ لیکن یہاں اسے بطور اصل لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ معاملہ تو اس قدر واضح تھا کہ اسے بیان کی حاجت ہی نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا مقام کہیں بلند ہے۔ اگر اس جملہ کی صحت کو مان لیا جائے تو شاید امام کا مقصود یہ ہو۔

یاد رہے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ وہ نسخہ قابل اعتماد نہ تھا۔

صحیح نسخوں کا مشاہدہ

اہل تحقیق نے محض ظن سے کام ہی نہیں لیا بلکہ مذکورہ باتوں کو ثابت کرنے کے لئے فقہ اکبر کے اصلی نسخے تلاش کئے جس کے بعد واضح ہو گیا کہ وہ نسخہ واقعۃً قابل اعتماد نہیں۔

۱۔ امام زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر تحقیق کی اور لکھا۔

وانی بحمد الله رأیت لفظ (ماماتا) فی نسختین بدارلکتب المصریة قدیمین کمارانی بعض احد اصدقائی لفظی (ماماتا) وعلی الفطرة فی نسختین قدیمین بمکتبة شیخ الاسلام وعلی القاری بنی شرحه علی النسخة الخاطئة واساء الادب سامحه الله

(مقدمه العالم والمتعلم" ۶)

میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مصری لائبریریوں میں فقہ اکبر کے دو قدیم نسخے دیکھے' جن میں "ماماتا" کے الفاظ موجود ہیں' جیسا کہ میرے بعض دوستوں نے کتبہ شیخ الاسلام (مدینہ منورہ) میں ایسے نسخے دیکھے جن میں "ماماتا" اور علی الفطرۃ کے الفاظ موجود تھے' ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے غلط نسخہ پر بنیاد رکھی اور بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔

۲۔ علامہ شیخ مصطفیٰ حمامی مصری رقمطراز ہیں کہ امام صاحب کی کتاب کی عبارت یوں ہے "ووالدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماتا علی الفطرۃ وابوطالب مات کافرا"

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

هذالذی رأیته انا بعینی فی الفقه الاکبر للامام ابی حنیفة نسخة بمکتبة شیخ الاسلام بالمدینة المنورة ترجع کتابه هذالنسخة الی عهد بعید حتی قال لی بعض العارفین

یہ الفاظ میں نے اپنی آنکھوں سے مدینہ منورہ کی شیخ الاسلام لائبریری میں امام صاحب کی کتاب فقہ اکبر کے نسخہ میں دیکھے۔ جس کی کتابت بہت پرانی تھی' حتیٰ کہ بعض ماہرین نے بتایا کہ یہ نسخہ عہد عباسی میں تیار ہوا تھا۔

هناک انها کتبت فی عهد العباسین

(الامام علی القاری واثرہ ۵۰)

۳۔ مکۃ المکرمہ کے عظیم محدث ڈاکٹر محمد علوی مالکی نے بھی اپنی آنکھوں سے وہ نسخہ دیکھا اور اس کا بڑا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ (الذخائر المحمدیہ)

ایک خوبصورت بات

امام زاہد کوثری کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہ الفاظ ہیں۔

وابوالنبی صلی الله علیه وسلم ماتا علی الفطرة ولاالفطرة سهلة التحریف الی (الکفر) فی الخط الکوفی وفی اکثرها (ماماتا علی الکفر) کان الامام الاعظم یرید به الرد علی من یروی حدیث ابی و اباک فی النار ویروی کونهما من اهل النار لان انزال المرء فی النار لایکون الا بدلیل یقینی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین فطرت پر فوت ہوئے اور لفظ فطرۃ کا الکفر کے ساتھ تبدیل ہونا خصوصاً خط کوفی میں بہت آسان ہے۔ اکثر نسخوں میں "ماماتا علی الکفر" ہی ہے جس سے امام اعظم کا مقصد ان لوگوں کا رد تھا جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں "ان ابی ــــ" اور انہیں دوزخی کہتے ہیں۔ کیونکہ کسی کو بھی دوزخی قرار دینے کے لئے دلیل یقینی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(مقدمہ العالم والمتعلم، مطبوعہ کراچی)

اگر الفاظ یہی ہوں

اگر یہ بھی تسلیم کرلیں کہ نسخہ صحیح ہے اور اس کے الفاظ بھی یہی ہیں تو متعدد اہل علم نے اس کی جو خوبصورت توجیہ کی ہے اسے تسلیم کر لینا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کا وصال زمانۂ کفر میں ہوا" یہ نہیں کہ وہ

حالت کفر میں فوت ہوئے۔ نعوذ باللہ منہ۔

۸۔امام ابن حجر مکی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر ان الفاظ کو تسلیم کر لیا جائے تو۔

فمعناه انهما ماتا فی زمن الکفر وهذا لا یقتضی اتصافهما به

تو معنی یہ ہو گا کہ وہ دونوں زمانۂ کفر میں فوت ہوئے اور اس سے ان کا کافر ہونا کہاں لازم آتا ہے؟

(الفتاوی لابن حجر)

۹۔امام سید محمد بن رسول برزنجی مدنی المتوفی ۱۱۰۳ھ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

فلیس فی هذا القول تصریح بذلک لان قوله "ماتا علی الکفر" المراد بالکفر الفترة فقد تقدم ان الکفر یطلق علی الفترة مجازا فهو علی وزان قوله تعالیٰ علی فترة من الرسل ای ماتا علی الفترة وهذا قول صحیح

اس قول میں ان کے کفر پر تصریح نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد فترت پر فوت ہے تو پیچھے (کتاب کے مقدمہ میں) تفصیلاً گزر چکا ہے کہ مجازی طور پر کفر کا اطلاق فترت پر ہوتا ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے "علی فترة من الرسل" تو اب معنی یہ ہو گا کہ وہ دونوں زمانۂ فترت میں فوت ہوئے اور یہ قول صحیح ہے۔

اس پر مزید عبارت سے تائید لاتے ہوئے کہتے ہیں

الاتری کیف غیر العبارة فی ابی طالب فقال فی حقه مات کافرا فاطلق علیه الکافر حیث انه بلغته الدعوة فکان کفره حقیقیا نظرا الظاهر

کیا تم نے دیکھا نہیں امام صاحب نے ابو طالب کے حوالے سے کہا وہ حالت کفر میں فوت ہوئے ان پر کافر ہونے کا اطلاق کیا کیونکہ انہیں اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی اور ان کا کفر حقیقی تھا۔ لیکن والدین کے بارے میں یہ

الشرع ولم يطلق ذلك عليهما قلم يقل ماتا كافرين	نہیں کہا کہ حالت کفر میں فوت ہوئے۔

(مسالک الحنفین' ص۳۰)

۳۔ مولانا محمد الغنی رامپوری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں اگر امام کے قول میں ہوتا "ماتا کافرین" تو گنجائش تعجب تھی حالانکہ "ماتا علی ا لکفر" واقع ہوا ہے اور اس میں بڑا فرق ہے۔ (تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر' ص۵۸)

۴۔ مجدد امت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی اس عبارت کی یہی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

باعتبار اس مسلک (کہ وہ فترت پر فوت ہوئے) کے فقہ اکبر کی عبارت بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں "ماتا علی ا لکفر" موجود ہے۔ ان کی تعذیب کے بارے میں کچھ مذکور نہیں۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ وہ ناجی ہوں گے۔ اگر دوسرا مسلک لیا جائے کہ وہ زندہ ہو کر ایمان لائے تو پھر یہ عبارت اس کے منافی نہیں' اگر تیسرا مسلک لیا جائے کہ وہ ملت ابراہیمی (ایمان اجمالی) پر تھے تو فقہ اکبر کی عبارت اس کے بھی منافی نہیں کیونکہ فقہ اکبر میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے عدم ایمان تفصیلی کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔

(تلخیص از فتاوی عزیزی' ص۲۵۳)

ملا علی قاری کی توبہ و رجوع

ان تمام جوابات کے علاوہ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے اس موقف سے توبہ کر لی تھی۔ محشی نبراس علامہ برخوردار رقمطراز ہیں۔

فقد اخطاء وزل لایلیق ذلک له نقل توبته من ذلک فی القول المستحسن

(حاشیہ نبراس '۵۲۶)

ملا علی قاری رحمتہ اللہ سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی اور وہ پھسل گئے لیکن "القول المستحسن" میں موجود ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا تھا یعنی توبہ کر لی تھی۔

شرح شفاء سے تائید

اس بات کی تائید خود ان کی کتاب شرح شفاء کے بعض نسخوں سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے دونوں مقامات ملاحظہ کر لیجئے۔

الشیخ مصطفٰے الحمامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرح شفاء میں ملا علی قاری نے جو گفتگو کی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ شرح شفاء کے وہ دو مقامات یہ ہیں۔

۱۔ ایک مقام پر قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ "ذی المجاز" کے مقام پر سواری کی حالت میں ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس محسوس ہو رہی ہے مگر پانی نہیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری سے اتر کر زمین پر پاؤں مارا وہاں سے پانی نکل آیا۔ تو آپ نے فرمایا چچا! یہ پانی پی لو۔ اس کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

وابوطالب لم یصح اسلامه وابویه ففیه اقوال والاصح اسلامهما علی ماتفق علیه الاجلة من الامة

(شرح الشفاء ۱/۶۰۱)

ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں مگر آپ ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں مختلف اقوال میں مختار یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے امت کے اکابر کا اس پر اتفاق ہے۔

۲۔ دوسرے مقام پر ملا علی قاری اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

امااذكروا من احيائه عليه الصلوة والسلام ابويه فالاصح وقع على ما عليه الجمهور الثقات كما قال السيوطي في رسائله

(شرح الشفاء:۱=۶۴۸)

علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا بیان کیا ہے۔ یہی مختار ہے۔ جمہور علماء امت کی یہی رائے ہے۔ امام سیوطی نے اس موضوع پر متعدد رسائل تصنیف کئے ہیں۔

یاد رہے کہ شرح الشفاء ملا علی قاری کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ یہ نسخہ شرح شفا استانبول ۱۳۱۶ھ کا مطبوعہ فقیر کے پاس موجود ہے۔

اہم نوٹ:۔ ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حوالہ جات کی تخریج بھی کر دی ہے تاکہ اہل علم کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع میں آسانی ہو جائے۔

اردو کے ساتھ عربی نسخہ بھی شائع کر دیا ہے تاکہ اسکا حصول دشوار نہ رہے اور علماء اصل سے استفادہ کر سکیں۔

آخر میں اپنے رحمن و رحیم اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جو مجھے ان اعلیٰ موضوعات پر کلم کی توفیق دیتا ہے اور ان کی اشاعت کے لئے وسائل فراہم فرماتا ہے اور پھر انہیں لوگوں میں مقبولیت عطا فرماتا ہے۔

الغرض سبھی کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے۔ ہمارا اس میں کچھ بھی نہیں۔ دعا ہے وہ ہمیں شکر گزار غلام بننے کی توفیق دیدیں۔

بھلا ہووی

میریا مہرباناں تالے قدر داناں

بڑے کرم کمائی نی بھلا ہووِی

سکھاں وچ پئے رُلدے، بن خت میرے

سکھوں لکھ بنائے نبی بھلا ہووی

کلر شور زمین ساں مہرباناں

بوٹے کرم دے لائے نبی بھلا ہووی

سارا پتہ ای سردار مینوں کیتیاں دا

پردے عیباں تے پائے نبی بھلا ہووی

یہ بندہ کی طرف سے بعد عجز و نیاز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی خدمت میں ادنیٰ سا ہدیہ بھی ہے اگر وہ قبول فرمالیں تو میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔

فائدہ: ملا علی قاری کے مذکورہ رسالہ کے تفصیلی رد کے لئے امام سید محمد بن رسول مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سدادالدین" کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے" جو مدینہ طیبہ سے شائع ہو چکی ہے۔

خادم والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ

شادمان لاہور

بروز ہفتہ بوقت گیارہ بجے دن

۲۹ جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ ۱۱ ستمبر ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اس تالیف کا نام "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" ہے۔ اس میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین ناجی (جنتی) ہیں اور وہ دوزخی نہیں' اس بات کی تصریح علماء کی پوری جماعت نے کی ہے ہاں اس کی تفصیل میں متعدد باتیں کہی گئی ہیں۔

مسلکِ اول

ان دونوں کا وصال بعثتِ نبوی سے پہلے ہو گیا تھا اور ایسے لوگوں پر عذاب نہیں' اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وما کنا معذبین حتٰی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اہل کلام و اصول تمام علماء اشاعرہ اور مجتہدین میں سے شوافع کا اس پر اتفاق ہے کہ جن لوگوں کو دعوت دین نہیں پہنچی وہ ناجی ہوں گے انہیں دعوت اسلام دیئے بغیر ان سے جہاد جائز نہیں' اگر ان میں سے کسی کو قتل کیا گیا تو اس کی دیت و کفارہ لازم ہو گا' امام شافعی اور ان کے دیگر تمام اصحاب نے تصریح کی ہے بلکہ بعض نے یہ کہا کہ ان کے قتل پر قصاص لازم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ موقف صحیح نہیں' کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں اور قصاص میں برابری ضروری ہے۔

بعض مجتہدین نے عذاب نہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے کہ اصل فطرت پر تھے اور ان سے نہ تو انکار و عناد ثابت ہے اور نہ ہی ان کے پاس رسول آئے کہ انہوں نے اس کی تکذیب کی۔

یہ مسلک ہمارے استاذ شیخ الاسلام شرف الدین مناوی کا ہے' ان سے حضور ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال ہوا' کیا وہ دوزخ میں ہیں؟ تو انہوں نے سائل کو بہت ڈانٹا' سائل نے کہا' کیا ان کا اسلام ثابت ہے؟ فرمایا ان کا وصال زمانہ فترت میں ہوا اور بعثت نبوی سے پہلے عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اے سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں ایک جماعت سے نقل کیا کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کے حوالے سے اپنے دادا کا کلام یوں نقل کیا۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے اللہ کا فرمان ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

تو آپ ﷺ کے والد اور والدہ کو دعوت نہیں پہنچی تو ان پر کوئی گناہ کیسے ہو سکتا ہے؟ (مرآۃ الزمان)

حافظ ابن حجر کی رائے

امام ابی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم اختیار کیا اور ہم عنقریب ان کے الفاظ نقل کریں گے۔ تو اہل فترت کے بارے میں ایسی احادیث منقول ہیں کہ ان کا روز قیامت امتحان لیا جائے گا اور ایسی آیات قرآنیہ ہیں جو ان کے عدم عذاب پر شاہد ہیں۔

حافظ العصر شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجر نے اپنی بعض کتب میں اس طرف میلان کا اظہار کرتے ہوئے کہا "حضور ﷺ کے وہ آباء جن کا وصال قبل از بعثت ہو گیا' حضور ﷺ کے اکرام کی خاطر روز قیامت انہیں امتحان میں اطاعت نصیب ہو جائے گی تاکہ آپ ﷺ کو اس سے خوشی نصیب ہو' اس

صورت میں مسلک امتحان کو اس مسلک اول میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ظاہر یہی ہے کہ یہ مستقل مسلک ہے لیکن وہ دقیق معنی کی بناء پر ہے جو اصحاب تحقیق پر ہی واضح ہوتا ہے۔

آیاتِ مبارکہ

وہ آیات قرآنیہ جو واضح کر رہی ہیں کہ جنہیں دعوت نہیں پہنچی ان پر عذاب نہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء ۔ ۱۵) — اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس آیت سے آئمہ اہل سنت نے اس پر استدلال کیا ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے لوگوں پر عذاب نہیں اور انہوں نے اس سے معتزلہ اور ان کے ان حواریوں کا رد بھی کیا جو عقل کو ہی فیصل مانتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔ "اللہ تعالیٰ کسی ایک کو بھی عذاب نہیں دے گا جب تک اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر نہیں پہنچی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل نہ پہنچی ہو۔" (جامع البیان '۹ = ۷۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ذلک ان لم یکن ربک مهلک القرٰی بظلم واهلها غفلون (الانعام ۔ ۱۳۱) — یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں۔

امام زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں اس قاعدہ کہ منعم کا شکر عقلاً لازم نہیں بلکہ شرعاً لازم ہے پر اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔

۳ ۔ باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لو لا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص ۔ ۴۷)

اور اگر نہ ہوتا کہ پہونچتی انہیں کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب! تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

امام زرکشی نے یہ آیت بھی مذکورہ استدلال پر ذکر کی ہے' امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایازمانۂ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا اے میرے رب!میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک ونکون من المؤمنین (القصص ۔ ۴۷)

اے ہمارے رب!تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

۴ ۔ خالق و مالک کا فرمان مقدس ہے

ولوانا اھلکنھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک من قبل ان نذل ونخزیٰ (طٰہٰ ۔ ۱۳۴)

اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب!تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے اس سے پہلے

کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

امام ابنِ ابی حاتم نے تفسیر میں اسی آیت کے تحت حضرت عطیہ عوفی سے نقل کیا' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا عرض کرے گا" اے میرے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول' پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی۔

۵ ۔ باری تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

وماں کان ربک مهلک القرٰی حتّٰی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم ایتنا (القصص ۔ ۵۹)

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے۔

امام ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس اور حضرت قتادہ سے نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو بعثتِ نبوی سے پہلے ہلاک نہیں کیا' جب بعثت ہوئی انہوں نے تکذیب کی اور ظلم کیا تو اس وجہ سے انہیں ہلاک کیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ۹ = ۲۹۹۸)

۶ ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وهذا کتب انزلنه مبارک فاتبعوه واتقوا لعلکم ترحمون ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستهم لغفلین (الانعام ۔ ۱۵۵ ۔ ۱۵۶)

اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیز گاری کرو کہ تم پر رحم ہو کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔

۷ ـ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔

وما اهلكنا من قرية الا لها منذرون ذكرى وما كنا ظلمين (الشعراء ـ ۲۰۸ ـ ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

عبد بن حمید' ابن منذر' ابن ابی حاتم نے تفاسیر میں حضرت قتادہ مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے کسی بستی کو حجت اور دلائل کے بغیر ہلاک نہیں فرمایا حتیٰ کہ رسول بھیجے' کتاب نازل کی تاکہ ان پر حجت قائم ہو' فرمایا

وما اهلكنا من قرية الا لها منذرون ذكرى وما كنا ظلمين (الشعراء ـ ۲۰۸ ـ ۲۰۹)

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم' ۹= ۲۸۲۳)

۸ ـ اللہ کا فرمان ہے۔

وهم يصطرخون فيها ربنا اخرجنا نعمل صلحا غير الذى كنا نعمل اولم نعمر كم ما يتذكر فيه من تذكر و جاء كم النذير' فذوقوا فما للظلمين من نصير (الفاطر ـ ۳۷)

اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے' اے ہمارے رب! ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے' اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا۔ اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف

لایا تھا۔ تو اب چکھو کہ ظالموں کا
کوئی مددگار نہیں۔

مفسرین نے فرمایا ان پر یہ حجت حضور ﷺ کے بعثت کے ساتھ ہوئی اور اس آیت میں نذیر سے یہی مراد ہے۔

وہ احادیث مبارکہ جن میں اہلِ فترت کے امتحان کا تذکرہ ہے

اب ہم ان احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں واضح طور پر ہے کہ زمانہ فترت میں ہونے والے لوگوں کا روزِ قیامت امتحان لیا جائے گا ان میں سے جس نے اطاعت کی وہ جنت میں اور نافرمان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۔ امام احمد' اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں اور امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چار آدمی روز قیامت حجت لائیں گے ایک بہرہ شخص' جو کچھ نہ سنتا تھا' دوسرا بے سمجھ' تیسرا بہت بوڑھا' چوتھا زمانہ فترت میں فوت ہونے والا' بہرہ کہے گا اے میرے رب! اسلام آیا مگر میں کچھ سن نہ سکا' دیوانہ کہے گا' اسلام آیا مگر مجھے بچے مینگنیاں مار کر بھگا دیتے' بوڑھا کہے گا' اسلام آیا مگر میں کچھ سمجھ ہی نہ پاتا' زمانہ فترت والا کہے گا' میرے رب! میرے پاس تیرا کوئی پیغام نہیں آیا' اللہ تعالیٰ ان سے اطاعت کا عہد لے کر ان کی طرف پیغام بھیجیں گے کہ تم آگ میں داخل ہو جاؤ تو جو اس میں داخل ہو جائے گا اس پر آگ گلزار بن جائے گی اور جو اس میں داخل نہ ہو گا اسے اس میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسند احمد)

۲۔ امام احمد' اسحاق بن راہویہ نے مسانید میں' ابن مردویہ نے تفسیر میں' بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ چار آدمی

روزِ قیامت حجت لائیں گے باقی روایت وہی ہے جو حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (مسند احمد)

۳۔ محدث بزار نے مسند میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' زمانہ فترت میں فوت ہونے والے' دیوانے اور بچے کو لایا جائے گا۔ زمانہ فترت میں فوت ہونے والا کہے گا' میرے پاس نہ کوئی کتاب آئی اور نہ کوئی رسول' دیوانہ کہے گا' میرے پاس عقل ہی نہ تھی کہ میں خیر و شر کے بارے میں فرق کر سکتا' بچہ کہے گا' مجھے عمل کا موقعہ ہی نہیں مل سکا' ان کے سامنے آگ لائی جائے گی،ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ' ان میں سے وہ داخل ہو جائے گا جو علم الٰہی میں سعید تھا اگر اسے عمل کا موقعہ ملتا اور وہ داخل ہونے سے رک جائے گا جو علم الٰہی میں شقی تھا بشرطیکہ وہ عمل کا موقعہ پاتا' پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی' کیا صورت ہوتی جب تم میرے رسولوں کی نافرمانی کرتے؟ اس کی سند میں عطیہ عوفی ہیں جن میں ضعف ہے' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا' اس حدیث کے متعدد شواھد ہیں جن کی وجہ سے اس پر حسن اور ثبوت کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

۴۔ محدث بزار اور ابویعلیٰ نے مسانید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزِ قیامت چار آدمیوں کو لایا جائے گا' بچہ' دیوانہ' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا اور بہت بوڑھا' یہ تمام اپنی اپنی حجت پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں داخل ہونے کا حکم دے گا' پھر فرمائے گا میں نے دیگر بندوں کی طرف ان میں سے رسول بھیجے اور تمہاری طرف میں خود رسول ہوں اس آگ میں داخل ہو جاؤ' جو شقی ہو گا کہے گا ہم اس میں کیسے داخل ہوں' ہم تو جانتے ہی نہیں اور جو سعید ہو گا وہ فی الفور داخل

ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے رسولوں کی بہت زیادہ تکذیب و نافرمانی کرتے' یہ جنت میں داخل ہو جائیں اور دوسرے دوزخ میں۔"

۵۔ امام عبدالرزاق' ابن جریر' ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اگر تم آیت قرآنی سے اس پر استدلال کرنا چاہو تو اسے پڑھو

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء' ۱۵)

اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اس روایت کی سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے اور ایسی بات صحابی اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے لہذا یہ مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔ (جامع البیان' ۹ - ۷۱)

۶۔ محدث بزار' حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روز قیامت اہل جاہلیت اپنی پشتوں پر بت اٹھائے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ ہی کوئی پیغام آیا' اگر آپ ہماری طرف رسول بھیجتے تو تیرے بندوں میں سب سے زیادہ اطاعت گزار ہوتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں تو میری اطاعت کرو گے وہ کہیں گے ہاں' تو اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا دوزخ کی طرف چلے جاؤ وہ چلے جائیں گے اور قریب پہنچیں گے تو وہاں کڑک اور غضب دیکھ کر کہیں گے' اے ہمارے رب ہمیں اس سے محفوظ فرما' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے میرے فرمان کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا پھر فرمائے گا جاؤ دوزخ میں' وہ جائیں گے لیکن دیکھ کر واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے ہمیں بچا لے اور ہم اس میں واخلہ کی طاقت نہیں رکھتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پہلی دفعہ داخل

ہو جاتے تو آگ ان پر گلزار بن جاتی' امام حاکم فرماتے ہیں یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک' ۲ = ۳۶۷)

۷۔ امام طبرانی' ابو نعیم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' روزِ قیامت عقل نہ رکھنے والا' اہل فترت اور بچے کو لایا جائے گا' بے عقل کہے گا اگر مجھے عقل ملتی تو میں بھی سب سے نیک ہوتا' زمانہ فترت میں فوت ہونے والا اور بچہ بھی یہی کہے گا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر تمہیں میں کوئی حکم دوں تو اطاعت کرو گے' وہ کہیں گے ہاں ضرور' اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ دوزخ میں داخل ہو جاؤ' فرمایا اگر وہ داخل ہو جائیں گے تو انہیں نقصان نہیں ہو گا' وہ آگ ان پر اچھلتی ہوئی نکلے گی وہ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو آگ نے ہلاک کر دیا ہے تو وہ جلدی لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ لوٹ کر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہارے بارے میں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا۔

شریعت اور احکام

شیخ الکیاہراسی اصول کے حواشی میں مسئلہ شکرِ منعم کے بارے میں لکھتے ہیں' واضح رہے اس پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے کہ شریعت کے علاوہ احکام جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں' عقل سے یہ کام حاصل نہیں ہو سکتا' اہل حق کے علاوہ دیگر طبقات مثلاً رافضی' کرامیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام کی تقسیم ہے ان میں سے کچھ تو شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور کچھ عقل سے' پھر لکھا لیکن ہم کہتے ہیں کہ کوئی بھی شئی رسول کی آمد سے پہلے لازم نہیں ہوتی جب رسول آ جائے اور وہ معجزہ کا اظہار کر دے تو عاقل کے لئے نظر کرنا درست ہو جاتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اولاً وجوب و لزوم شریعت کی وجہ سے ہو گا تو جب رسول آ گیا تو اس میں غور و فکر ضروری ہو گیا۔

ہمارے استاذ امام   نے اس مقام پر بہت خوبصورت بات کہی ہے کہ رسول کی آمد سے پہلے آراء اور سوچیں مختلف اور متضاد ہوتی ہیں' کیونکہ یہ امکان ہے کہ ایک آدمی ایسا سوچے جو دوسرے کے متضاد ہو' اسی طرح عقل پر حیرت اور دہشت کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے تو اب تاریکی کا علاج سوائے آمد رسول کے کچھ نہیں' اسی لئے استاذ ابو اسحاق نے فرمایا یہ قول "میں نہیں جانتا" نصف علم ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے علم کی ایک حد ہے جس سے آگے عقل کی رسائی نہیں' یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ علم میں توقف کرے گا اور مانے گا کہ عقل ہر جگہ جاری نہیں رہ سکتی۔

امام فخر الدین رازی نے "المحصول" میں لکھا شکر منعم عقلاً لازم نہیں ہاں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر بعثت سے پہلے وجوب کا ثبوت ہو جائے پھر اس کے تارک پر عذاب بھی ہونا چاہیے حالانکہ بعثت سے پہلے عذاب کا ثبوت نہیں تو وجوب بھی نہ ہو گا' ان کے درمیان ملازمہ تو واضح ہے' رہا عذاب کا نہ ہونا تو اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵)   اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو اب عذاب بعثت کے بعد ہی ہو گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا خلاف واقع ہونا لازم آئے گا جو محال ہے۔ (المحصول' ۱ = ۳۰)

ان کے تابعین مثلاً صاحب الحاصل و المحصول اور علامہ بیضاوی نے المنہاج میں ذکر کیا' قاضی تاج الدین سبکی نے شرح مختصر ابن الحاجب میں مسئلہ شکر منعم پر لکھتے ہوئے کہا اس سے ان لوگوں کا حکم مستنبط ہوتا ہے جنہیں دعوت نہیں پہنچی' ہمارے نزدیک وہ ناجی فوت ہوں گے اور دعوت اسلام کے بغیر ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا ورنہ کفارہ و دیت لازم ہو گی۔

اور صحیح قول کے مطابق ان کے قاتل پر قصاص نہ ہو گا' شیخ بغوی نے " التھذیب " میں کہا' جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں' اگر کسی نے قتل کر دیا تو دیت و کفارہ لازم آ جائے گا' امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان کے قتل سے ضمان لازم نہ ہو گی' اصل یہ ہے کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر ان پر حجت قائم ہو چکی ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک بلوغ دعوت سے پہلے ان پر حجت قائم نہیں ہوتی' اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵) | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

تو واضح ہو گیا کہ رسول کی آمد سے پہلے کسی پر حجت قائم نہیں ہوتی۔

امام رافعی نے شرح میں کہا جنہیں دعوت نہیں پہنچی انہیں اسلام کی دعوت دیئے بغیر قتل کرنا جائز نہیں اگر قتل کیا گیا تو اس پر ضمان لازم ہو گی' ہاں امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے' سبب اختلاف یہ ہے کہ ان کے ہاں عقل کی بناء پر حجت قائم ہو جاتی ہے' لیکن ہمارے ہاں جسے دعوت نہ پہنچی ہو اس پر نہ تو حجت قائم ہوئی اور نہ اس پر مواخذہ ہو گا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵) | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

امام غزالی البسیط میں کہتے ہیں جسے دعوت نہیں پہنچی اس کے قتل پر دیت و کفارہ ہو گا' ہاں صحیح قول کے مطابق قصاص نہ ہو گا کیونکہ وہ حقیقی مسلمان نہیں البتہ حکم مسلم میں ہے۔

شیخ ابن رفعہ نے کفایہ میں کہا کیونکہ وہ فطرت پر پیدا ہوا اور اس سے

دین کا انکار بھی ثابت نہیں ہوا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں مسئلہ مشرکین کے بچوں کے حوالے سے لکھا' صحیح و مختار مذہب جس کے قائل محققین ہیں کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (الاسراء - ۱۵) | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

جب دعوت نہ پہنچنے کی وجہ سے بالغ پر عذاب نہیں تو غیر بالغ پر بطریق اولیٰ نہ ہو گا۔

اعتراض و جواب

سوال - کیا یہ مسلک تمام اہل جاہلیت کے بارے میں ہے؟

جواب - میں کہتا ہوں نہیں یہ صرف ان لوگوں تک محدود ہے جنہیں کسی نبی کا کسی صورت میں پیغام نہیں پہنچا' جنہیں کسی طرح بھی کسی پیغمبر کی دعوت پہنچی پھرانہوں نے کفر پر ہی اصرار کیا تو وہ یقیناً دوزخی ہوں گے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

والدین کریمین کا معاملہ

رہا معاملہ آپ ﷺ کے والدین شریفین کا تو ان کے احوال سے ظاہر یہی ہے کہ انہیں کسی کی بھی دعوت نہیں پہنچی' یہی مسلک مذکورہ جماعت کا ہے اس کا سبب یہ چند امور ہیں۔

۱ - ان کا زمانہ حضرات انبیاء سے بہت متاخر ہے کیونکہ حضور ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کے اور ہمارے آقا ﷺ کے درمیان تقریباً چھ صد سال کا عرصہ فترت کا ہے۔

پھر وہ دونوں (والدین) ایسے دور میں تھے جب زمین پر شرقاً و غرباً جہالت طاری تھی' کوئی شریعت جاننے والا اور اسے صحیح طریقہ پر پہنچانے والا نہ تھا' البتہ بہت تھوڑے لوگ علماء اہل کتاب میں سے تھے مثلاً شام وغیرہ میں اور ان دونوں کا صرف مدینہ طیبہ کی طرف سفر کرنا ثابت ہے' نہ انہوں نے طویل عمر پائی کہ اس میں خوب تحقیق و جستجو سے کام لے سکتے' کیونکہ حضور ﷺ کے والد گرامی نے بہت تھوڑی عمر پائی۔

امام حافظ صلاح الدین علائی نے "الدرۃ السنیۃ فی مولد خیر البریۃ" میں لکھا جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو اس وقت والد گرامی کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی پھر وہ مدینہ طیبہ اہل کے لئے کھجوریں لانے کے لئے تشریف لے گئے اور اپنے اخوال بنو نجار میں ٹھہرے اور وہاں ہی وصال پایا۔ صحیح قول کے مطابق اس وقت حضور ﷺ کا نور حمل کی صورت میں تھا۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی عمر بھی اسی قدر تھی' خصوصاً وہ پردہ دار خاتون تھیں' گھر میں ہی تشریف فرما رہتیں' آدمیوں سے ملاقات کا تصور ہی نہ تھا' اکثر یہ ہوتا ہے کہ مرد جس قدر شریعت اور دین سے آگاہ ہوتے ہیں خواتین اس قدر نہیں ہوتیں۔ خصوصاً دور جاہلیت میں جب مرد بھی آگاہ نہ تھے تو جائیکہ خواتین دین سے آگاہ ہوتیں۔

اس لئے جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو اہل مکہ نے آپ ﷺ کی بعثت پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا

ابعث اللہ بشراً رسولا   کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

اور یہ بھی کہا

ولو شاء اللہ لا نزل ملئکۃ ما — اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ہم
سمعنا بھذا فی آبائنا الاولین — نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں

(المؤمنون' ۲۴) سُنا۔

اور اگر انہیں بعثت انبیاء کا علم ہوتا تو اس کا انکار نہ کرتے' بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان کی طرف بعثت ہوئی تھی لیکن اتنا عرصہ گزرنے کی وجہ سے صحیح طور پر دین ابراہیمی کی دعوت دینے والا کوئی نہ تھا بلکہ اسے پہچاننے والا بھی نہ تھا کیونکہ ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہل فترت میں شامل ہیں۔

امام عزالدین بن عبدالسلام کی رائے

پھر میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی تحریر امالی میں پڑھی کہ ہمارے نبی ﷺ کے علاوہ ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تو اس بناء پر انہوں نے فرمایا ہر نبی کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ اہل فترت ہوں گے' ماسوائے سابق نبی کی اولاد کے کیونکہ وہ اس کی بعثت کے مخاطب ہوں گے البتہ اس صورت میں جب سابقہ شریعت مٹ چکی ہو تو اب تمام لوگ اہل فترت ہوں گے۔

تو اس سے آشکار ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین شریفین بلاشبہ اہل فترت میں سے ہیں کیونکہ وہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ ہی ان کی قوم ہیں۔

حافظ ابن حجر کا ارشاد گرامی

حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر کے قول "بوقت امتحان آپ ﷺ کے والدین کو طاعت نصیب ہوگی" سے دو امور سامنے آتے ہیں۔

ا۔ امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن مسعود ؓ نے نقل کیا ایک انصاری نوجوان (جو اکثر رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتا رہتا تھا) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اپنے والدین کو دوزخ میں دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا

ما سألت ربی فیعطینی فیهما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود (المستدرک' ۲ = ۳۶۲)

میں نے اپنے رب سے عرض کیا تو اس نے مجھے ان دونوں کے بارے میں عطا فرمایا' میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔

یہ حدیث واضح کر رہی ہے آپ ﷺ روز قیامت بوقت قیام مقام محمود ان کی شفاعت کے امیدوار ہیں یعنی آپ ﷺ ان کی شفاعت کریں گے اور امتحان کے وقت انہیں اطاعت نصیب ہو جائے گی' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ سے قیام کے دوران فرمایا جائے گا۔

سل تعط واشفع تشفع (بخاری و مسلم)

تم مانگو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔

جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے جب آپ ﷺ مانگیں گے تو آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔

۲۔ امام ابن جریر نے تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

ولسوف يعطيك ربك فترضى
آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے کہ آپ راضی ہو جائیں گے (الضحیٰ - ۵)

کے تحت نقل کیا ہے۔

من رضا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اہل بیتہ النار
حضور ﷺ کی خوشی اس میں ہے کہ آپ ﷺ کی اہل بیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

(جامع البیان' تفسیر الضحیٰ)

اسی لئے حافظ ابن حجر نے عموم کا امتیاز کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی تمام اہل بیت کو امتحان کے وقت اطاعت نصیب ہو گی۔

۳۔ شیخ ابوسعید نے شرف النبوۃ میں اور شیخ ملا نے سیرت میں حضرت عمران بن حصین ؓ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سألت ربی ان لا یدخل النار احدا من اهل بیتی فاعطانی ذلک
میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ میری اہل بیت سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت مجھے عطا فرما دی۔

اسے حافظ محب الدین طبری نے (ذخائر العقبیٰ - ۲۹ میں) بھی نقل کیا۔

۴۔ ان سے بھی واضح ارشاد گرامی جسے امام رازی نے فوائد میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی و عمی ابی طالب واخی کان فی الجاھلیۃ
روز قیامت میں اپنے والد' والدہ اور چچا ابو طالب اور جاہلیت کے دور کے رضاعی بھائی کی شفاعت کروں گا۔

شیخ محب طبری (جو حفاظ محدثین اور مجتہدین میں سے ہیں) نے اسے ذخائر

العقبیٰ میں نقل کر کے کہا اگر یہ روایت ثابت ہے تو حضرت ابوطالب کے حوالے سے اس میں یہ تاویل کرنا ضروری ہے کہ ان کے حق میں شفاعت عذاب میں تخفیف ہے۔ (ذخائر العقبیٰ۔ ۱۷)

ابوطالب کے حوالے سے تاویل ضروری ہے کیونکہ انہوں نے زمانہ بعثت پایا مگر اسلام لانے سے انکار کیا' رہا تین کا معاملہ والد' والدہ اور رضاعی بھائی تو وہ زمانہ فترت میں فوت ہونے والے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ ضعیف سند سے یہ روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما جسے امام ابونعیم وغیرہ نے نقل کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مراد رضاعی بھائی ہے تو متعدد طرق ایک دوسرے کو تقویت دیں گے تو کثرت طرق کی وجہ سے حدیثِ ضعیف قوت پا جائے گی اور ان میں اعلیٰ وہ روایت ہے جو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کیونکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ اسے بھی ملا لو (اگرچہ وہ مقصود کے بارے میں صریح نہیں) جسے دیلمی نے (کتاب الفردوس میں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اول من اشفع له یوم القیامة اہل بیتی ثم الاقرب فالاقرب (ذخائر العقبیٰ' ۳۰)	سب سے پہلے میں اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ شفاعت ہو گی۔

وہ روایت جسے امام محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں نقل کیا اور اسے امام احمد کے مناقب کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو ہاشم قسم مجھے اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

لو اخذت بحلقة الجنة ما بدأت الابكم — اگر میں نے جنت کا حلقہ بھی پکڑا ہو گا تو میں تم سے ہی ابتدا کروں گا۔ (ذخائر العقبیٰ - ۲۳)

ایک اور روایت جس کا ذکر انہوں نے ہی ابن جریر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہیں

ان رحمی لا ینتفع بل حتی یبلغ الحکم — میری رشتہ داری نفع نہیں دیتی بلکہ وہ نفع دے گی یہاں تک کہ وہ حکم تک پہنچے گی۔

یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' میں اس قدر شفاعت کرتا جاؤں گا کہ حکم بھی میری شفاعت کا امیدوار بننے کی خواہش کرے گا۔ (ذخائر العقبیٰ ۱۵)

اہم نکتہ

امام زرکشی نے خادم میں ابن دحیہ سے نقل کیا کہ حضور ﷺ کی شفاعت کی ایک صورت ابو لہب کے عذاب میں کمی بھی ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی کو آزاد کیا تھا۔

وانما ھی کرامۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم — یہ سب کچھ حضور ﷺ کے مقام و عظمت کے بنا پر ہوا۔

امام ابی کی امام نووی پر علمی گرفت

پھر میں نے امام ابو عبداللہ محمد بن خلف ابی کی شرح مسلم میں زیر بحث مسئلہ پر "ان ابی و اباک فی النار" کے تحت یہ گفتگو پڑھی' انہوں نے کہا۔

امام نووی کا قول نقل کیا کہ جو شخص حالت کفر میں مر جائے وہ دوزخی ہے اور اسے کسی قرابت دار کی قربت کام نہیں دے سکتی۔ پھر لکھ میں کہتا ہوں غور کرو" نووی نے یہ بات ہر ایک کے حوالے سے کہہ دی ہے حالانکہ امام سہیلی کہتے ہیں ہمارے لئے حضور ﷺ کے حوالے سے ایسی گفتگو جائز نہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے

لا تؤذوا الاحیاء بسب الاموات — مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذاب مھینا (الاحزاب۔ ۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ممکن ہے وہ حدیث صحیح ہو جس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اس نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے" رسول اللہ ﷺ کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی شئی سے بھی عاجز نہیں۔

پھر امام نووی نے فرمایا اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ فترت میں بتوں کی پوجا کرنے والے دوزخ میں جائیں گے لیکن یہ دعوت سے پہلے عذاب نہیں' کیونکہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی دعوت پہنچ چکی تھی۔

پھر امام ابی نے لکھا میں کہتا ہوں امام نووی کے کلام میں تعارض پر غور

پہنچے انھیں دعوت پہنچ چکی تو وہ اہل فترت نہیں ہوں گے' کیونکہ اہل فترت وہ لوگ ہوتے ہیں جو ایسے زمانہ میں ہوں کہ نہ تو پہلے رسول ان کی طرف مبعوث ہوئے اور نہ کسی بعد میں آنے والے رسول کو وہ پائیں' جیسا کہ اعراب جن کی طرف نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور نہ انھوں نے حضور ﷺ کو پایا' فترت اس معنی کے اعتبار سے ہر اس شخص کو شامل ہو گی جو دو رسولوں کے درمیان ہو لیکن آئمہ فقہاء جب فترت میں گفتگو کرتے ہیں تو ان کی مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جو حضور ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے۔

دلائل قطعیہ سے ثبوت

جب دلائل قطعیہ شاہد ہیں کہ حجت قائم کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہو سکتا تو ہم یہی کہیں گے کہ اہل فترت پر عذاب نہیں ہو سکتا۔

اگر تم یہ سوال اٹھاؤ کہ بعض صحیح احادیث میں ہے کہ اہل فترت پر عذاب ہے مثلاً صاحب محمن وغیرہ۔

تین جوابات

تو میں کہتا ہوں اس کے حضرت عقیل بن ابی طالب نے تین جواب دیئے ہیں۔

١۔ یہ تمام روایات اخبار احاد ہیں' یہ قطعی دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

٢۔ عذاب کا دائرہ صرف انہی تک محدود ہو گا اور سب کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

٣۔ یہاں عذاب کا تذکرہ ان لوگوں پر ہے جنھوں نے شریعت کو بدل دیا اور گمراہی و ضلالت کو شریعت بنا لیا تو اب معذور نہیں ہو سکتے۔

اہلِ فترت کی تین اقسام

اہلِ فترت کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ جنہوں نے بصیرت کی بنا پر توحید کو پایا پھر ان میں دو گروہ ہوئے بعض کسی شریعت کے تحت نہیں آئے مثلاً قس بن ساعدہ' زید بن عمرو بن نفیل دوسرے کسی شریعتِ پیغمبر کے تحت آئے ہیں مثلاً تبع اور اس کی قوم۔

۲۔ جنہوں نے دین و شریعت کو بدل دیا اور توحید پرست نہ رہے کہ اپنی خواہش کے مطابق دین قائم کر کے حلال و حرام بنا لیا۔ اور یہ اکثر تھے مثلاً عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے بتوں کی پرستش شروع کی اور غلط احکام جاری کئے۔ بحیرہ' سائبہ اور وصیلہ کا تقرر کیا' عربوں میں ایسا گروہ پیدا ہوا جو جنات اور ملائکہ کی پرستش کرتے' ان کے لئے گھر بناتے اور لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کا خادم بناتے' کعبہ کی ان پر غلاف چڑھاتے' مثلاً لات' منات' عزیٰ۔

۳۔ جنہوں نے نہ شرک کیا اور نہ وہ توحید پرست ہوئے نہ وہ کسی نبی کی شریعت کے تحت آئے اور نہ انہوں نے اپنے لئے شریعت گڑھی بلکہ تمام عمر غفلت میں رہے۔

دوسری قسم مراد ہے

جب اہلِ فترت کی تین قسمیں سامنے آگئیں تو جن روایات میں عذاب اہلِ فترت کا ذکر ہے اس سے مراد دوسری قسم ہے کیونکہ وہ معذور نہیں ہاں تیسری قسم حقیقتاً اہلِ فترت ہیں اور وہ قطعی طور پر غیر معذب ہیں۔ جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزر چکا' رہا معاملہ قسم اول کا تو رسول اللہ ﷺ نے قس اور زید کے بارے میں فرمایا وہ امت واحدہ ۔ اٹھائے جائیں گے۔ تبع وغیرہ کے بارے میں فرمایا ان کا حکم ان اہل دین سے مرح ہے جو دین میں داخل تو

...ے مگر ان تک اسلام (جو تمام ادیان کا ناسخ ہے) نہ پہنچ سکا۔ (یہ تمام امام الی ... گفتگو تھی) (اکمال اکمال المعلم، ۱ = ۶۱۶ تا ۶۲۲)

مسلکِ ثانی

آپ ﷺ کے والدین سے شرک ہرگز ثابت نہیں بلکہ وہ اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم کے دین حنیف پر تھے جیسا کہ عرب کا ایک طائفہ اس پر تھا مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک کو اختیار کرنے والوں میں امام فخر الدین رازی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں لکھا، منقول یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں بلکہ چچا ہے، اس پر دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے آباء کافر نہیں۔ اس پر متعدد دلائل ہیں ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان ہے۔

الذی یرٰک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (الشعراء، ۲۱۸ - ۲۱۹)	جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔ اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

اس کا ایک مفہوم یہ بیان ہوا ہے۔

انه کان ینتقل نوره من ساجد الی ساجد	آپ ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے تک منتقل ہوتا رہا۔

اس مفہوم کی صورت میں آیت مبارکہ بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے بلکہ اب قطعی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کے والد کافر نہیں بلکہ ان کا چچا ہے۔
زیادہ سے زیادہ کوئی یہ ہی کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ آیات کا اور بھی مفہوم ہے' لیکن جب ان تمام مفاہیم پر روایات ہیں اور ان کے درمیان تعارض و منافات بھی نہیں تو آیت کو ان سب پر محمول کرنا لازم ہے۔ جب یہ سارا کچھ صحیح ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست نہیں۔

امام فخر الدین رازی کی دوسری دلیل

انہوں نے دوسری دلیل قائم کرتے ہوئے فرمایا آپ ﷺ کے آباء کے مشرک نہ ہونے پر یہ دلیل بھی ہے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا۔

لم ازل انقل من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات	میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

انما المشرکون نجس	تمام مشرک پلید ہیں۔

(التوبہ - ۲۸)

تو اب ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے اجداد میں سے کوئی مشرک نہ ہو۔
یہ تمام گفتگو امام فخر الدین رازی کی انہی کے الفاظ میں تھی' ان کی امامت و جلالت مسلمہ ہے وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام ہیں' اور فرقہ باطلہ کی تردید میں سرگرم اور جدوجہد کرتے رہے' اشاعرہ کے مئوید اور ناصر رہے انہیں چھٹی صدی نبوی میں پیدا کیا گیا تاکہ دین کی تجدید کا کام کر سکیں۔

تائیدی دلائل

امام فخر الدین رازی نے جس مسلک کو اختیار فرمایا اس کی تائید ان دلائل سے بھی ہوتی ہے۔

ا۔ دلیل دو مقدمات پر مشتمل ہے۔

مقدمہ اول

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث صحیح اس پر دال ہیں کہ حضور ﷺ کی ہر اصل حضرت آدم سے سیدنا عبداللہ ﷺ تک اپنے دور میں ہر ایک سے بہتر و افضل ہے۔ ان کے دور میں ان سے کوئی دوسرا بہتر و افضل نہیں۔

دوسرا مقدمہ

احادیث اور آثار میں ہے کہ حضرت آدم و نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک بلکہ قیامت تک کچھ لوگ فطرت پر رہیں گے جو اللہ ہی کی عبادت کریں گے' توحید پرست ہوں گے اور اللہ کے لئے نماز ادا کریں گے' انہی کی وجہ سے زمین کی حفاظت ہے اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

ان دونوں مقدمات کو ملا لو تو قطعی طور پر یہ نتیجہ اخذ ہو گا کہ حضور ﷺ کے آباء مشرک نہ تھے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ وہ اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر تھے اگر فطرت پر رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے لوگ آپ ﷺ کے آباء ہیں تو ہمارا مدعٰی ثابت اور اگر وہ غیر ہیں تو یہ شرک پر تھے تو دو میں سے ایک لازم آئے گا۔

ا۔ یا تو مشرک' مسلمان سے افضل ہو گا' یہ بالاجماع باطل ہے۔

۳ - یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ ان سے افضل ہوں گے اور یہ بات احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

تو قطعی طور پر یہ ماننا ضروری ہو جائے گا کہ ان میں سے کوئی مشرک نہیں تاکہ وہ اپنے اپنے دور میں ہر ایک سے افضل و بہتر قرار پا سکیں۔

پہلے مقدمہ پر دلائل

۱ - امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت فی القرن الذی کنت فیه	مجھے اولاد آدم کے ہر دور میں بہتر خاندانوں میں رکھا گیا حتیٰ کہ میں اس اعلیٰ خاندان میں مبعوث ہوا۔

(البخاری' باب صفة النبی ﷺ)

۲ - امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس ﷺ سے نقل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوا اور مجھے عہد جاہلیت کی کسی شی نے مس نہیں کیا۔ میں حضرت آدم سے لے کر اپنے والد اور والدہ تک نکاح سے ہی پیدا ہوا ہوں ان میں کوئی غلط کار نہیں۔

فانا خیرکم نفسا و خیرکم ابا (دلائل النبوۃ)	تو میں تم سب سے ذات کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔

۳ - امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاہرۃ مصفی مھذبا لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما

(دلائل النبوۃ '۱ = ۵۷)

میں ہمیشہ سے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا' صاف اور مہذب اور جب بھی دو شعبے ہوئے میں ان میں سے افضل و بہتر میں تھا۔

۴ ۔ امام مسلم' امام ترمذی نے حدیث صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت واثلہ بن اسقع ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل کو اور اولاد اسماعیل میں سے بنوکنانہ کو' بنو کنانہ سے قریش کو' قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ (المسلم ۔ باب فضل نسب النبی)

۵ ۔ امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے فضائل عباس ﷺ میں مذکورہ حدیث واثلہ کو ان الفاظ میں نقل کیا۔ "اللہ تعالی نے اولاد آدم سے ابراہیم کو منتخب کر کے اپنا خلیل بنایا' پھر حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو' ان کی اولاد سے نزار' ان کی اولاد سے مضر کو' ان سے کنانہ کو پھر کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنو ہاشم کو پھر بنو ہاشم سے بنو عبدالمطلب کو اور بنو عبدالمطلب سے مجھ کو چنا۔"

اسے امام محب الدین طبری نے (ذخائر العقبٰی ۔ ۲۰ میں) بھی نقل کیا ہے۔

۶ ۔ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر عرب میں مضر' مضر میں بہتر عبد مناف ان میں بہتر بنو ہاشم ان میں بنو عبدالمطلب بہتر ہیں۔

واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الا کنت فی خیرھما

(الطبقات ')

اللہ کی قسم حضرت آدم کی تخلیق سے لے کر جب بھی دو خاندانوں کی تقسیم ہوئی تو میں ان میں سے افضل میں تھا۔

۷ ۔ امام طبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اس میں اولاد آدم کو چنا، اولاد آدم میں سے عرب کو منتخب فرمایا اور عربوں سے مضر کو، مضر سے قریش کو اور اس سے بنو ہاشم کو

واختارنی من بنی ہاشم فانا من خیار الی خیار	اور بنو ہاشم سے مجھے چنا تو میں ہمیشہ افضل سے افضل کی طرف
(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۱=۵۸)	منتقل ہوتا رہا۔

۸ ۔ امام ترمذی (حدیث کو حسن بھی قرار دیا) اور بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا پھر قبائل پیدا فرمائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا، جب ذوات پیدا کیں تو مجھے سب سے افضل ذات میں رکھا جب خاندان پیدا کئے تو سب سے بہتر خاندان میں رکھا۔

فانا خیرھم بیتا و خیرھم نفسا (الترمذی۔ باب فی فضل النبی)	تو میں خاندان اور ذات کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

۹ ۔ امام طبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، جب دو میں سے تین گروہ بنے تو مجھے بہتر تیسرے میں رکھا پھر قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر قبائل میں سے خاندان بنائے تو ان میں سے بہتر خاندان میں رکھا۔

۱۰ ۔ شیخ ابو علی بن شاذان (بمطابق محب الدین طبری کی ذخائر العقبیٰ) نے نقل کیا اور یہ روایت مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

ہے' کچھ قریشی لوگوں نے حضرت صفیہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے پاس گفتگو کرتے ہوئے فخر کیا اور دورِ جاہلیت کا بھی تذکرہ کیا تو حضرت صفیہ نے فرمایا یاد رہے

منا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہیں۔

انہوں نے کہا یہ تو غلط جگہ اگنے والا درخت ہے یعنی نسب اس قدر اعلیٰ نہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا' آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلاؤ' آپ ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا اے لوگو! بتاؤ میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں' فرمایا میرا نسب بیان کرو' عرض کیا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب' فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے اصل (خاندان) کو کم سمجھتے ہیں۔

فواللہ انی لافضلھم اصلا وخیرھم موضعا (ذخائر العقبیٰ' ۲۳)	اللہ کی قسم! میں ان تمام میں خاندان کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور جگہ کے اعتبار سے بھی افضل ہوں۔

۱۱۔ امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن حارث ؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ تک بعض لوگوں کی یہ بات پہنچی کہ محمد کی مثال اس درخت جیسی ہے جو غلط جگہ اگ آئے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو اسے دو حصوں میں بانٹا تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر ان سے قبائل بنائے تو مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر ان سے خاندان بنائے تو مجھے بہتر

خاندان میں رکھا۔

انا خیر کم قبیلا و خیر کم بیتا

میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی۔

(المستدرک' ۳ = ۲۷٦)

۱۲ ۔ امام طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے جبریل امین نے بتایا میں نے زمین کو شرق تا غرب دیکھا ہے

فلم اجد رجلا افضل من محمد ولم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم

میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو افضل نہیں پایا اور نہ بنو ہاشم سے بڑھ کر کسی خاندان کو افضل دیکھا۔

(دلائل النبوۃ)

حافظ ابن حجر نے امالی میں کہا

لوائح الصحۃ ظاہرۃ علی صفحات ھذا المتن

صحت کے جھنڈے (علامات) اس متن کے چہرے پر بہت واضح ہیں۔

اور یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے افضل' بہتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی و عظمت شرک کی بنا پر نہیں ہو سکتی۔ (بلکہ توحید پرستی اور ایمان کی بنیاد پر ہی ہو سکتی ہے)

دوسرے مقدمہ پر دلائل

۱ - امام عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے ابن جریج سے کہا ابن مسیب نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

لم یزل علی وجہ الدہر فی الارض سبعة مسلمون فصاعداً فلولا ذلک ھلکت الارض ومن علیھما

ہمیشہ روئے زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

یہ سند بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

ایسی بات صحابی اپنی رائے سے نہیں کر سکتے لہٰذا اس کا درجہ مرفوع حدیث والا ہی ہو گا' اسے ابن منذر نے تفسیر میں شیخ زہری سے اور انہوں نے امام عبدالرزاق سے نقل کیا۔ (مصنف عبدالرزاق)

۲ - امام ابن جریر نے تفسیر میں شہر بن حوشب سے نقل کیا' زمین میں ہمیشہ چودہ ایسے افراد رہے جن کی وجہ سے اہل زمین سے عذاب دور رہا۔

الا زمن ابراہیم فانہ کان وحدہ (جامع البیان)

ما سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دور کے' وہاں صرف آپ تنہا ہی تھے۔

۳ - امام ابن منذر نے تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یأتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرہ - ۳۸)

ہم نے کہا تم یہاں سے تمام اتر جاؤ اب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس پر کوئی خوف اور حزن نہ ہو گا۔

کے تحت نقل کیا

ما زال فی الارض اولیاء منذ هبط آدم ما ا خلی اللہ الارض لابلیس الا وفیہا اولیاؤہ یعملون للہ بطاعتہ

جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے اس وقت سے اولیاء ہیں، اسے ابلیس کے لیے خالی نہیں رکھا گیا بلکہ اس میں ایسے بندے رہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے رہے۔

۴۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر کہتے ہیں ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا کہ مجھے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہنچا ہے۔

لا یزال فی الارض ولی ما دام فیہا للشیطان ولی

ہمیشہ زمین پر اللہ کا ولی رہے گا جب تک شیطان کا کوئی بھی ساتھی موجود ہے۔

۵۔ امام احمد نے زہد میں اور شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں بسند صحیح بمطابق شرائط بخاری و مسلم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة یدفع اللہ تعالٰی بہم عن اہل الارض

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد یہ زمین سات ایسے افراد سے کبھی خالی نہیں ہوئی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین سے عذاب دور رکھتا۔

اس کا حکم بھی مرفوع حدیث والا ہی ہے۔

۶۔ شیخ ازرقی نے تاریخ مکہ میں زہیر بن محمد سے نقل کیا۔

لم یزل علی وجہ الارض سبعة مسلمون فصاعدًا لولا ذلک لاهلکت الارض ومن علیها
(اخبار مکہ ۱ = ۷۱)

روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان سے زائد افراد رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اس پر بسنے والے ہلاک ہو جاتے۔

۷ ۔ امام جندی نے فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے نقل کیا۔

لم یزل علی وجه الارض سبعة مسلمون فصاعدًا لولا ذلک لهلکت الارض ومن علیها

زمین پر سات سے زائد افراد مسلمان رہے اور وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین ہلاک ہو جاتے۔

۸ ۔ امام احمد نے زہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

لم یزل بعد نوح فی الارض اربعة عشر یدفع بهم العذاب

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر ایسے چودہ افراد رہے جن کی وجہ سے عذاب دور رہا۔

۹ ۔ شیخ خلال نے کرامات اولیاء میں حضرت زاذان سے نقل کیا۔

ما خلت الارض بعد نوح من اثنی عشر فصاعدًا یدفع الله بهم عن اهل الارض

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین ایسے بارہ افراد سے یا زائد سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالی اہل زمین سے عذاب دور کرتا رہا۔

۱۰ ۔ امام ابن منذر تفسیر میں بسندِ صحیح حضرت ابن جریج سے اللہ تعالی کے ارشاد گرامی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی — اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

کے تحت نقل کیا

فلا یزال من ذریۃ ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ — حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہے جو فطرت پر تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔

ان تین مذکورہ روایات میں "حضرت نوح کے بعد کی قید" اس لئے ہے کہ ان سے پہلے تمام لوگ ہدایت اور دین پر تھے۔

۱۱۔ امام بزار نے سند میں' ابن جریر' ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے تفاسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

کان الناس امۃ واحدۃ — تمام لوگ ایک ہی امت تھے۔

(البقرہ - ۲۱۳)

کے تحت نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ شریعت حق پر قائم رہے پھر لوگوں نے اختلاف شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا اور پھر یہ کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ کی قرأت یوں ہے

کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا — تمام لوگ ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

(المستدرک' ۲ = ۵۴۳)

۱۲۔ امام ابو یعلیٰ' طبرانی اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے

کان الناس امۃ واحدۃ — لوگ ایک ہی امت تھے۔

کے تحت نقل کیا

علی الاسلام کلھم — وہ تمام اسلام پر تھے۔

۱۳۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے اس آیت مذکورہ کے تحت ذکر کیا' ہمیں اطلاع ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں ہیں ان میں تمام لوگ ہدایت پر تھے اور شریعت حقہ پر تھے پھر لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا

وکان اول رسول ارسلہ اللّٰہ الی اھل الارض — یہ پہلے رسول تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔

۱۴۔ ابن سعد نے طبقات میں دوسری سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

ما بین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام — حضرت نوح کے عہد سے لے کر حضرت آدم کے عہد تک تمام آباء اسلام پر تھے۔

(الطبقات' ۱=۳۲)

ابن سعد نے بطریق سفیان بن سعید ثوری، اپنے والد سے انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔

بین آدم و نوح عشرۃ قرون کلھم علی الاسلام (الطبقات' ۱=۳۲) — حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس صدیاں ہیں وہ تمام کے تمام اسلام پر تھے۔

۱۶۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح ۲۸)

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

حضرت نوح کے بیٹے سام بالاتفاق مومن ہیں اور اس پر نص ہے کیونکہ انہوں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ کشتی کے ذریعے نجات پائی اور اس میں نجات پانے والے مومن ہی تھے۔

۱۷۔ قرآن مجید میں ہے

وجعلنا ذریته هم الباقین (الصافات ۷۷)

اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی۔

بلکہ حدیث میں ہے کہ وہ نبی تھے۔

اسے ابن سعد نے طبقات میں، زبیر بن بکار نے الموفقیات میں، ابن عساکر نے تاریخ میں کلبی سے نقل کیا ہے۔

ان کے بیٹے ارفخشند کے ایمان پر اثر ابن عباس میں تصریح ہے۔ جسے ابن عبدالحکم نے تاریخ مصر میں ذکر کیا، اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام سے ملے انہوں نے انہیں یہ دعا دی

ان یجعل اللّٰه الملک والنبوۃ فی ولده

اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں حکومت اور نبوت عطا فرمائے۔

ارفخشند کی اولاد سے تارخ تک سب کے ایمان پر آثار میں تصریح ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں بطریق کلبی انہوں نے ابو صالح انہوں نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے اتر کر بستی میں تشریف لے گئے تو ہر ایک آدمی نے اپنا گھر بنایا' وہاں بازار کا نام "سوق الثمانین" (اسی افراد والا محلہ) پڑ گیا۔ جو قابیل تمام غرق ہو گئے۔ عہد حضرت آدم سے حضرت نوح تک تمام آباء اسلام پر ہی تھے۔ جب سوق الثمانین تنگ پڑ گیا لوگ بابل کی طرف چلے وہاں انہوں نے شہر آباد کر دیا حتیٰ کہ ان کی آبادی ایک لاکھ تک پہنچ گئی لیکن وہ تمام کے تمام اسلام پر ہی تھے اور وہ ہمیشہ اسلام پر ہی رہے حتیٰ کہ وہاں کا حکمران نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح بنا' تو نمرود نے انہیں بتوں کی پرستش کی طرف دعوت دی اور انہوں نے اسے قبول کیا۔ الطبقات' ۱ = ۴۳)

ان تمام روایات سے معلوم و واضح ہو رہا ہے کہ عہد آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ نمرود تک حضور ﷺ کے تمام اجداد یقیناً مومن تھے اور اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم اور آزر تھے تو اگر آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے تو اسے حضور ﷺ کے سلسلہ نسب سے خارج کر دیا جائے اور اگر وہ چچا ہے تو پھر خارج کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آزر ان کا والد نہیں جیسا کہ پوری ایک جماعت سلف کا موقف ہے۔

آزر والد نہیں

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے بسند ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

واذ قال ابراہیم لابیہ آزر	اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو کہا۔

کے تحت نقل کیا۔

ان ابا ابراہیم لم یکن اسمہ آزر انما کان اسمہ تارخ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہیں ان کا نام تو تارخ ہی ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم' ۴ = ۱۳۲۵)

۲ ۔ امام ابن ابی شیبہ' ابن منذر' ابن ابی حاتم نے بعض طرق صحیحہ سے حضرت مجاہد سے نقل کیا۔

لیس آزر ابا ابراہیم

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں۔

(تفسیر ابن ابی حاتم' ۴ = ۱۳۲۵)

۳ ۔ ابن منذر نے سند صحیح سے حضرت ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

واذ قال ابراہیم لابیہ آزر

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آزر کو کہا

کے تحت نقل کیا

لیس آزر بابیہ انما ھو ابراہیم بن تارخ بن شارخ بن ناخور بن فالغ

آزر ان کا والد نہیں' بلکہ ابراہیم علیہ السلام تارخ کے بیٹے ہیں' وہ شارخ' وہ ناخور کے بیٹے اور وہ فالغ کے بیٹے ہیں۔

۴ ۔ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے امام سدی سے نقل کیا ان سے کسی نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر ہیں تو انہوں نے فرمایا

بل اسمہ تارخ

نہیں ان کا نام تارخ ہے۔

تفسیر ابن ابی حاتم' ۴ = ۱۳۲۴)

"اب" کا اطلاق چچا پر

عربی زبان میں "اب" کا اطلاق چچا پر معروف ہے اگرچہ مجاز۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے

ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الهک واله اباءک ابراهیم واسمعیل واسحق (البقرہ۔ ۱۳۳)	بلکہ تم میں کتنے موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے' بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا۔

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پر "اب" کا اطلاق ہے حالانکہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہیں۔ اسی طرح "اب" کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا ہے حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ جد پر "اب" کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے یہی آیت "قالو نعبد الهک واله ابائک" تلاوت کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم' ۱= ۲۴۰)

انہوں نے ہی حضرت ابوعالیہ سے باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی

واله ابائک ابراہیم و اسمعیل	اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل

کے تحت نقل کیا

سمی العم ابا (ایضاً)	یہاں چچا کو "اب" کہا گیا ہے۔

انہوں نے ہی محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا

الخال والد والعم والد ‏ خالو والد اس طرح چچا بھی والا کہلاتا ہے۔ (ایضا)

اور پھر انہوں نے یہی مذکورہ آیت پڑھی۔

امام ابنِ منذر نے تفسیر میں سندِ صحیح سے حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، جب مخالفین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے لکڑیاں جمع کیں حتیٰ کہ ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں لا رہی تھی جب انہوں نے آپ کو آگ میں ڈالا تو آپ نے پڑھا حسبی اللہ و نعم الوکیل (میرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ ہی سب سے کامل کارساز ہے) جب انہوں نے آپ کو ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم (الانبیاء ۔ ۶۹) ‏ اے آگ! ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا آزر کہنے لگا تم میری وجہ سے بچ نکلے ہو تو اس آگ سے اللہ تعالیٰ نے ایک انگارہ اس کی طرف بھیجا جو اس کے پاؤں پر لگا اور جلا کر راکھ کر دیا۔

یہاں تصریح ہے کہ وہ چچا تھا۔

ایک اہم فائدہ

یہ روایت بتا رہی ہے کہ وہ آگ کے واقعہ کے دنوں میں ہی ہلاک ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ہی فرما دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب اس کا اللہ کا دشمن ہونا آشکار ہو گیا تو انہوں نے اس کے لئے دعا ترک کر دی تھی اور اس بارے میں بھی آثار ہیں کہ یہ بات آپ پر اس وقت آشکار ہوئی تھی جب وہ حالتِ شرک میں مر گیا اور اس کے بعد انہوں نے اس کے لئے دعائے مغفرت نہیں کی۔

۱۔ امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔

مازال ابراہیم علیہ السلام یستغفر لابیہ حتی مات فلما تبین لہ انہ عدو للّٰہ فلم یستغفر لہ (تفسیر ابنِ ابی حاتم' ۶ = ۱۸۹۴)

ہمیشہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اب کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا جب حضرت ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن تھا تو پھر ان کے لئے بخشش کی دعا کبھی نہیں مانگی۔

۲۔ انہوں نے ہی حضرت محمد بن کعب' حضرت قتادہ' حضرت مجاہد اور امام حسن وغیرہ سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی زندگی میں ایمان کے امیدوار تھے لیکن جب وہ مر گیا تو آپ نے برأت کا اعلان فرما دیا۔ (تفسیر ابن حاتم' ۶ = ۱۸۹۵)

اس واقعۂ آگ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شام تشریف لے گئے۔ جیسے کہ قرآن میں نص ہے پھر کافی مدت بعد مصر آئے وہاں جابر بادشاہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا' وہاں سے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ ملیں' پھر شام کی طرف

واپسی ہوئی' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیوی اور حضرت اسماعیل کو کہ منتقل کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یہ دعا کی۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموالصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفٰی علی اللّٰہ من شئی فی الارض ولا فی السماء الحمدللّٰہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب

(ابراہیم۔ ۳۷ تا ۴۱)

اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی' تیرے حرمت والے گھر کے پاس' اے ہمارے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔ تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔ سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق دیئے۔ بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب! مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور میری کچھ اولاد کو' اے ہمارے رب! اور میری دعا سن لے' اے

ہمارے رب! مجھے بخش دے اور
میرے ماں باپ کو اور سب
مسلمانوں کو جس دن حساب قائم
ہو گا۔

یہاں واضح طور پر موجود ہے کہ انہوں نے اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کا یہ عمل چچا کی موت کے طویل مدت کے بعد کا ہے تو اس سے آشکار ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جس کے کفر اور حضرت ابراہیم کا اس کی مغفرت سے برأت کا اظہار ہے وہ ان کا چچا ہے نہ کہ والد حقیقی' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کا شعور عطا فرمایا۔

۳ - ابن سعد نے طبقات میں کلبی سے ذکر کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بابل سے شام کی طرف ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر سینتیس (۳۷) سال تھی پھر حران آئے اور وہاں کافی عرصہ رہے پھر وہ اردن میں کافی عرصہ قیام پذیر رہے پھر وہاں سے مصر آئے اور وہاں بھی طویل قیام کیا پھر شام لوٹ گئے تو ایلیاء اور فلسطین کے درمیان سات سال ٹھہرے' وہاں کے لوگوں نے آپ کو اذیت دی تو وہاں سے رملہ اور ایلیاء کے درمیان قیام پذیر ہوئے۔ (الطبقات' ۱ = ۳٦)

۴ - ابن سعد نے واقدی سے بیان کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں حضرت اسماعیل کی ولادت ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی۔

مذکورہ دونوں روایات کو سامنے رکھئے اور دیکھئے واقعہ آگ کے بعد ان کی ہجرت اور مکہ میں دعا کے درمیان پچاس سال سے زیادہ عرصہ بن جاتا ہے۔

تتمہ

پھر اولادِ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام میں دائماً توحید پر رہی، شیخ شہرستانی "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں دین ابراہیمی قائم رہا' عربوں کے ہاں ابتداءً توحید ہی معروف تھی سب سے پہلے جس نے دین ابراہیمی کو بدلا اور بت پرستی شروع کی وہ عمرو بن لحئی ہے۔ (الملل والنحل ۲ = ۲)

حدیث صحیح کی شہادت

میں کہتا ہوں اس بات پر صحیح حدیث شاہد ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو لحئی خزاعی کو دوزخ میں آنتیں گھسیٹے ہوئے دیکھا۔

کان اول من سیب السوائب — یہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے۔

۲۔ امام احمد نے مسند میں حضرت ابن مسعود ﷺ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان اول من سیب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعة عمرو بن عامر — پہلا شخص جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑے اس کا نام ابوخزاعہ عمرو بن عامر ہے۔ (مسند احمد)

اور میں نے اسے آگ میں آنتیں گھسیٹے ہوئے دیکھا ہے۔

۳۔ ابنِ اسحاق اور ابنِ جریر نے تفاسیر میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت

کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے عمرو بن لحئی بن قمعہ بن جندب کو آگ میں چلتے ہوئے دیکھا

یہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی میں تبدیلی پیدا کی۔	انہ اول من غیر دین ابراہیم (جامع البیان)

ابن اسحاق کے الفاظ ہیں۔

یہی پہلا شخص ہے جس نے دین اسمعیلی میں تبدیلی کرتے ہوئے بت پرستی شروع کی اور بتوں کے نام پر بحیرہ' سائبہ وصیلہ اور حام جانور چھوڑے۔	انہ کان اول من غیر دین اسماعیل فنصب الاوثان و بحر البحیرۃ و سیب السائبۃ و وصل الوصیلۃ وحمی الحامی

اس روایت کی دیگر اسناد بھی ہیں۔

۴ ۔ محدث بزار نے مسند میں سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر ہی رہے' شیطان انہیں اسلام سے دور لے جانے کی کوشش میں رہا پھر اس نے تکبیہ میں ان کلمات کا اضافہ کروایا۔

تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک کہ وہ بھی تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔	لا شریک لک الا شریکا ھولک تملکہ وما ملک

ابلیس نے ہمیشہ کوشش جاری رکھی حتی کہ انہیں اسلام سے خارج کر دیا۔

۵ ۔ امام سہیلی روض الانف میں کہتے ہیں عمرو بن لحئی نے جب بیت اللہ پر قبضہ کیا' بنو جرھم کو مکہ سے نکال دیا' اہل عرب نے اسے اپنا رب بنا لیا وہ

جو بھی بدعت جاری کرتا اسے یہ اپنا لیتے کیونکہ یہ کھانا بھی کھلاتا اور موسم حج میں غلاف بھی چڑھاتا۔ (الروض الانف' ۱ = ۶۲)

۶۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا یہ پہلا شخص تھا جس نے حرم کعبہ میں بت داخل کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف مائل کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں تلبیہ کے الفاظ یہ تھے "لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک"

حتی کہ عمرو بن لحی کا دور آیا جب وہ تلبیہ کہنے لگا تو شیطان بھی بوڑھے کی شکل میں آ کر اس کے ساتھ تلبیہ کہنے لگا عمرو نے کہا لبیک لا شریک لک تو بوڑھے نے کہا

الا شریکا ھولک — مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے۔

عمرو نے اسے برا جانتے ہوئے کہا یہ کیا؟ بوڑھے نے کہا یہ پڑھو

تملکہ وما ملک — تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

کیونکہ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں' عمرو نے یہ اضافہ قبول کر لیا وہاں سے عربوں میں جاری ہو گیا۔ (الروض الانف' ۱ = ۶۲)

۷۔ حافظ عماد الدین بن کثیر تاریخ میں کہتے ہیں عرب دین ابراہیمی پر ہی تھے یہاں تک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ پر قابض ہوا' اس نے حضور ﷺ کے اجداد سے بیت اللہ کی تولیت چھینی' اس نے بت پرستی کی ابتداء کی عربوں میں گمراہیاں مثلاً بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا وغیرہ شروع کیں' تلبیہ میں اضافہ کیا۔

الا شریکا ھولک تملکہ وما ملک	مگر ایک شریک جو تیرا ہی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی جس کا وہ مالک ہے۔

سب سے پہلے یہ کلمات اسی نے کہے' عربوں نے اس کی اتباع میں شرک کیا تو یہ قومِ نوح اور سابقہ قوموں کی طرح بن گئے' ہاں ان میں کچھ دینِ ابراہیمی پر قائم رہے' بیت اللہ پر خزاعہ کا قبضہ تین سو سال تک رہا اور ان کا دور نہایت ہی بدتر تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے جدامجد قصیٰ کا دور آیا انہوں نے ان کے خلاف جنگ کی' عربوں نے آپ کا ساتھ دیا اور ان سے ولایت کعبہ چھین لی لیکن عربوں نے عمرو بن لحی کی ایجادات کو ترک نہ کیا مثلاً بتوں کی پرستش وغیرہ کیونکہ وہ اسے ہی دین تصور کرتے ہوئے اسے بدلنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔

تو ان تمام روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ عہدِ ابراہیمی سے لے کر زمانہ عمرو تک حضور ﷺ کے آباء بالیقین مومن تھے۔ اب ہم بقیہ آباء اور مذکورہ گفتگو کی تفصیل ذکر کرنا چاہ رہے ہیں۔

امرِ ثانی

دوسرا امر جو ہماری اس مسلک میں مدد کرتا ہے۔ وہ ایسی آیات و روایات ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت اور اولاد کے بارے میں وارد ہیں۔

۱۔ پہلی آیت جو اس مسئلے پر بڑی واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذ قال ابراہیم لابیہ وقومہ اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی فانہ سیھدین وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون O (الزخرف ۔ ۲۶ تا ۲۸)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے۔ سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا کہ کہیں وہ باز آئیں۔

ا۔ عبد بن حمید نے تفسیر میں سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ — اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا۔

کے تحت نقل کیا۔

لا الہ الا اللہ باقیۃ فی عقب ابراہیم — حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد "لا الہ الا اللہ" ہمیشہ باقی رہا۔

۲۔ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر نے مجاہد سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" کے تحت نقل کیا کہ اس سے مراد "لا الہ الا اللہ" ہے۔ جامع البیان ۸۷ = ۲۹۹)

۳۔ عبد بن حمید کہتے ہیں ہمیں یونس نے انہیں شیبان نے حضرت قتادہ ؓ سے اس فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر ان کلمات میں نقل کی۔

شھادۃ ان لا الہ الا اللہ والتوحید لا یزال فی ذریتہ من یقولھا بعدہ — اس سے لا الہ الا اللہ کی شہادت اور توحید مراد ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہمیشہ

عقیدہ رکھنے والے قائم رہے۔

۴ ۔ امام عبدالرزاق تفسیر میں حضرت معمر سے وہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس فرمانِ الٰہی کی تفسیر میں یوں نقل کرتے ہیں

الاخلاص والتوحید لایزال فی ذریته من یوحد اللّٰه ویعبده

اس سے مراد اخلاص اور توحید ہے۔ اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ رہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل اور اس کی عبادت کرتے رہے۔

۵ ۔ ابن منذر نے اسے نقل کر کے کہا' ابن جریج نے عقب ابراہیم کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔

فلم یزل بعد فی ذریته ابراہیم من یقول لا اله الا اللّٰه

ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ایسے لوگ موجود رہے جو لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

پھر لکھا کہ لوگوں نے اس کی تفسیر میں کہا

فلم یزل ناس من ذریته علی الفطرة یعبدون اللّٰه تعالٰی حتی تقوم الساعة

حضرت ابراہیم کی اولاد میں کچھ لوگ فطرت پر رہتے ہوئے قیامت تک اللہ ہی کی عبادت کریں گے۔

٦ ۔ امام عبد بن حمید نے امام زہری سے اس آیت کے تحت نقل کیا

العقب ولده الذکور والاناث واولاد الذکور

عقب سے مراد ان کی اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

۷ ۔ حضرت عطا سے انہوں نے نقل کیا

العقب ولده وعقبه	عقب سے مراد ان کی اولاد اور رشتہ دار ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے۔

واذ قال ابراہیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم' ۳۵)	اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب! اس شہر کو امان والا کر دے۔ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

۱۔ ابنِ جریر نے تفسیر میں حضرت مجاہد سے اس آیت کے تحت نقل کیا' اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حوالے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی' ان کی دعا کے بعد ان میں سے کسی نے بت پرستی نہ کی" ان کی دعا کی برکت سے شہر کو امن والا بنا دیا" اس کے اہل کو پھل عطا فرمائے اور انہیں امام بنا دیا اور ان کی اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دیا۔ (جامع البیان ۸' = ۲۹۹)

۲۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت وھب بن منبہ سے نقل کیا جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہوں نے وحشت محسوس کی پھر بیت اللہ شریف کے بارے میں طویل ذکر کیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو امت واحدہ' میرے حکم کو تسلیم کرنے والا' میرے راستہ کی طرف دعوت دینے والا بنایا ہے اور میں نے اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے' میں نے ان کی اولاد اور ذریت کے حوالے سے ان کی دعا کو قبول کیا ہے' ان میں انہیں شفیع بنایا' انہی کو میں نے اس گھر کا والی و محافظ مقرر فرمایا ہے۔ (شعب الایمان' ۳ = ۴۳۲)

یہ روایت حضرت مجاہد کے قولِ مذکور کے بالکل موافق ہے۔ اس میں

کوئی شک ہی نہیں بیت اللہ کی ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضور ﷺ کے اجداد کے ساتھ مخصوص رہی۔ یہاں تک کہ عمرو خزاعی نے یہ چھینی اور پھر اسی خاندان میں لوٹ آئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کے حوالے سے جو فضیلت ذکر ہوئی حضور ﷺ کا سلسلۂ اجداد سب سے زیادہ اس کے لائق ہے کیونکہ وہی منتخب لوگ ہیں اور انہی میں نور نبوت منتقل ہوتا رہا تو انہی کا استحقاق ہے کہ ان الفاظِ قرآنی کے مصداق ہوں۔

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی — اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو۔

۳۔ امام ابن ابی حاتم نے نقل کیا کہ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ اولادِ اسمٰعیل میں سے کسی نے بتوں کی پوجا کی؟ تو فرمایا ہرگز نہیں کیا تم نے یہ الفاظِ قرآنی نہیں پڑھے۔

واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

عرض کیا گیا تو اس میں اولاد اسحاق اور بقیہ اولادِ ابراہیم کیوں شامل نہیں؟ فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے اہل کے لئے دعا کی تھی کہ جب وہ یہاں آباد ہوں تو وہ بت پرستی نہ کریں۔ الفاظ ہیں

اجعل ھذا البلد آمنا — اس شہر کو امن والا بنا دے۔

تمام شہروں کے لئے یہ دعا نہ تھی۔

واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام — اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ فرما۔

پھر اپنے اہل کو مخصوص کرتے ہوئے عرض کیا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیمو الصلوۃ	اے میرے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے ہمارے رب! اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ کے اس جواب میں بار بار غور و تدبر کریں اور وہ آئمۂ مجتہدین میں سے ہیں اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکایت فرمائی

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی (ابراہیم ۴۰)	اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد کو بھی۔

امام ابن منذر نے حضرت ابن جریج سے مذکورہ آیت کے تحت نقل کیا۔

فلن تزال من ذریۃ ابراہیم ناس علی الفطرۃ یعبدون اللہ تعالیٰ	ہمیشہ سے اولاد ابراہیم میں کچھ لوگ فطرت پر رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرتے تھے۔

۴۔ امام ابو الشیخ نے تفسیر میں حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا جب ملائکہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دی تو انہوں نے فرمایا

یویلتیٰ ءالد وانا عجوز و هذا بعلی شیخا ان هذا لشئی عجیب (ھود، ۷۲)

خرابی کیا میرے بچہ ہو گا اور میں بوڑھی ہوں۔ اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے' بے شک یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔

انہوں نے جواباً فرمایا

اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید (ھود - ۷۳)

کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو اے اہل بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور برکات ہیں' بلاشبہ وہ ذات صاحب حمد و بزرگی ہے۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنھما نے فرمایا

فھو لقولہ تعالیٰ وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ

تو یہ بھی اس فرمان بار تعالیٰ کی طرح ہے کہ اس نے ان کے لئے کلمہ باقی رکھا ہے۔

تو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی آل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقب میں شامل و داخل ہیں۔

ابن حبیب نے تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے نقل کیا ہے' عدنان' معد' ربیعہ' مضر' خزیمہ اور ان کی اہل ملت ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔

فلا تذکروھم الا بخیر

تو ان تمام کا تذکرہ اچھا ہی کیا کرو۔

امام ابو جعفر طبری وغیرہ نے لکھا' اللہ تعالیٰ نے ارمیاہ کی طرف وحی فرمائی کہ تم بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ میں نے تمہیں عرب پر مسلط کر دیا ہے

اور ارمیاہ کو ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ حضرت معد بن عدنان کو بھی ساتھ لے جائیں تاکہ کوئی پریشانی نہ ہو۔

فانی مستخرج من صلبه نبیا کریما اختم به الرسل

میں ان کی پشت سے ایسا نبی پیدا کرنے والا ہوں جو نہایت برگزیدہ ہے اور ان پر رسولان کرام کا اختتام ہو جائے گا۔

حضرت ارمیاہ حضرت معد کو شام ساتھ لے گئے وہ بنی اسرائیل میں رہے پھر فتنوں کے فرو ہونے کے بعد واپس لوٹ آئے۔

ابن سعد نے طبقات میں حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلاً روایت کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تسبوا مضر فانه کان قد اسلم (الطبقات ۱' = ۵۸)

مضر کو مت برا کہو وہ اسلام لا چکے تھے۔

امام سہیلی نے روض الانف میں لکھا حدیث میں ہے

لاتسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا مؤمنین (الروض' ۱ - ۸)

مضر اور ربیعہ کو برا نہ کہو وہ دونوں صاحب ایمان تھے۔

اس کی سند

بندہ اس کی سند سے بھی آگاہ ہے' شیخ ابوبکر محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیع نے "الغرر من الاخبار" میں کہا' ہمیں اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ مروزی ابویعقوب شعرانی نے انھیں سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی نے ان سے عثمان بن قائد نے ان سے یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ نے ان سے اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص نے ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی

اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تسبوا ربیعۃ ولا مضر فانھما کانا مسلمین	ربیعہ اور مضر دونوں کو مت برا کہو کیونکہ یہ دونوں مسلمان ہیں۔

انہوں نے اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تسبوا تمیما و ضبۃ فانھم کانوا مسلمین	تمیم اور ضبہ کو برا نہ کہو وہ صاحبِ اسلام ہیں۔

انہوں نے ہی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تسبوا قیسا فانہ کان مسلما	قیس کو برا نہ کہو وہ مسلمان تھے۔

پھر سہیلی کہتے ہیں حضور ﷺ سے یہ بھی منقول ہے

لا تسبوا الیاس فانہ کان مسلما مؤمنا	الیاس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان و مومن تھے۔

اور یہ بھی منقول ہے

انہ کان یسمع فی صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحج (الروض' ۱ - ۸)	ان کی پشت سے حضور ﷺ کا تلبیۂ حج سنایا جایا کرتا تھا۔

پھر لکھا

حضرت کعب بن لوئی سب سے پہلے جمعہ کے دن اجتماع کرنے والے ہیں بعض کے مطابق سب سے پہلے جمعہ نام رکھنے والے یہی ہیں۔

قریش ان کے ہاں اس دن جمع ہوتے وہ انہیں خطاب فرماتے جن میں حضور ﷺ کا مقامِ بعثت بیان کرتے اور انہیں بتاتے وہ میری اولاد میں سے

ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی اتباع کا حکم دیتے'' ان سے ایک شعر بھی منقول ہے۔

یالیتنی شاھد نجوا دعوته اذا قریش تبغی الحق خذلانا

(کاش میں اس وقت موجود ہوتا جب آپ ﷺ قریش کے سامنے اپنی دعوت رکھیں گے اور وہ اسے قبول نہ کرتے ہوئے پست کرنے کی کوشش کریں گے)

یہ بھی لکھا امام ماوردی نے یہی بات محمد بن کعب سے "اعلام النبوۃ ۱۵۵" میں ذکر کی ہے۔ (الروض الانف' ۱ - ۷)

امام ابو نعیم نے بھی

بندہ کے مطالعہ کے مطابق اسے امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف ﷺ سے نقل کیا' اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت کعب اور حضور ﷺ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ ہے۔ (دلائل النبوۃ' ۱ = ۹۰)

ماوردی ہمارے آئمہ میں سے ہیں۔ "الحاوی الکبیر" جیسی اہم کتاب کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب "اعلام النبوۃ" ہے جو ایک ہی جلد میں ہے لیکن کثیر الفوائد ہے۔ بندہ نے وہ کتاب دیکھی بلکہ اس سے میں نے اس رسالہ میں مواد بھی نقل کیا ہے۔

خلاصۂ کلام

اب تک اس تفصیلی گفتگو سے حاصل یہ ہوا کہ عہد ابراہیمی سے لے کر عہد کعب بن لوی تک حضور ﷺ کے تمام آباء دین ابراہیمی پر ہی تھے' ان کے صاحبزادے مرۃ بن کعب بھی بلاشبہ اسی دین پر ہوں گے کیونکہ ان کے والد نے ایمان کی وصیت کی تھی' باقی مرۃ اور عبدالمطلب کے درمیان چار آباء رہ جاتے

ہیں' کلاب' قصیٰ' عبد مناف اور ہشام' ان کے بارے میں بندہ کی نظر میں کوئی تصریح نہیں گزری نہ ایمان کے بارے میں اور نہ خلاف ایمان۔

حضرت عبدالمطلب میں تین اقوال

حضرت عبدالمطلب کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہی مختار بھی ہے کہ انہیں دعوت نہیں پہنچی اس حدیث کی بناء پر جو بخاری وغیرہ میں ہے۔

۲۔ یہ توحید اور ملت ابراہیمی پر تھے' امام فخرالدین رازی کی گفتگو اور سابقہ آیات کے تحت حضرت مجاہد' سفیان بن عیینہ کی جو تشریح آئی ہے وہ اس کی تائید کرتی ہے۔

۳۔ بعثت نبوی کے بعد انہیں بھی زندہ کیا گیا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور اسلام لانے کے بعد پھر ان کا وصال ہو گیا۔ اسے ابن سید الناس نے ذکر کیا لیکن یہ قول نہایت ہی ضعیف و کمزور ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ اس پر کوئی حدیث شاہد ہے نہ ضعیف اور نہ غیر ضعیف' آئمہ اہل سنت میں سے کسی کا یہ قول بھی نہیں ہاں بعض شیعہ کی طرف سے یہ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین نے صرف دو اقوال کا ذکر کیا' تیسرے قول سے خاموشی اختیار کی کیونکہ شیعہ کے قول اور اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں۔

امام سہیلی کی تحقیق

امام سہیلی نے "روض الانف" میں کہا صحیح روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ موت کے وقت ابوطالب کے ہاں داخل ہوئے اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور ابن ابی امیہ تھے فرمایا چچا لا الہ الا اللہ کہہ دو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری گواہی دوں' ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے کہا اے ابو طالب کیا تم

ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہی ہوں۔ پھر فرمایا اس حدیث کا ظاہر بتا رہا ہے کہ عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا تھا پھر کہا میں نے مسعودی کی بعض کتب میں عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ یہ بھی ان کے بارے میں کہا گیا انہوں نے چونکہ حضور ﷺ سے دلائل نبوت کا مشاہدہ کیا اور جان لیا کہ آپ ﷺ توحید لے کر ہی مبعوث ہوئے ہیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور پھر فوت ہوئے۔ (واللہ اعلم)

لیکن مسند بزار اور کتاب النسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ کو اس موقعہ پر فرمایا جب وہ کسی انصاری کی تعزیت کے لئے گئی تھیں' کیا تم قبرستان تک گئی تھیں؟ عرض کیا نہیں' فرمایا اگر تم قبرستان تک چلی جاتیں تو جنت نہ دیکھتیں حتیٰ کہ تیرے والد کا دادا اسے دیکھ لے۔ پھر کہا امام ابوداؤد نے یہی روایت ذکر کی مگر "حتی یراھا جد ابیک" کے کلمات نقل نہیں کئے۔ (ابوداؤد' ۲ ـ ۸۸)

آگے کہا غور کیجئے آپ ﷺ نے "تیرے والد کا دادا" فرمایا' یہ نہیں فرمایا "تیرا دادا" یہ اس حدیثِ ضعیف کی تقویت کا سبب ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے والد اور والدہ دونوں کو زندہ فرمایا اور دونوں آپ ﷺ پر ایمان لائے۔

آگے چل کر لکھا' ممکن ہے آپ ﷺ کا مقصد خوف دلانا ہو کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان عالی حق ہے' حالانکہ قبرستان تک جانے سے آدمی کا دائمی طور پر دوزخی ہو جانا لازم نہیں آتا۔ (یہ تمام گفتگو امام سہیلی کی تھی)۔ (الروض الانف' ۱ ـ ۲۵۹)

امام شہرستانی کی گفتگو

امام شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر نورِ نبی ﷺ کا ظہور ہوتا تھا۔ اس نور کی برکت سے انہوں نے بیٹے کی قربانی کی نذر

مانی' اس کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ترکِ ظلم و سرکشی کا حکم دیتے' انہیں اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے اور گھٹیا امور سے منع فرماتے' اسی نور کی برکت سے انہوں نے اپنی نصائح میں کہا کوئی ظالم بدلے کے بغیر اس دنیا سے نہیں جا سکتا' لیکن جب ایک ایسا ظالم فوت ہوا جس سے انتقام نہیں لیا گیا تھا' حضرت عبد المطلب سے اس بارے میں عرض کیا تو انہوں نے غور کے بعد فرمایا

واللہ ان وراء ھذہ الدار دار یجزی فیھا المحسن باحسانہ ویعاقب فیھا المسئی با سائتہ	اللہ کی قسم ! اس جہاں کے بعد ایک جہان ہے جس میں اچھے کو اچھائی پر جزا اور برے کو برائی پر سزا دی جائے گی۔

اس نور کی برکت سے انہوں نے ابرہہ سے کہا تھا اس بیت اللہ کا مالک رب ہے جو اس کی حفاظت فرمائے گا۔ جبل ابو قبیس پر چڑھے اور کہا

اللھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالک
لا یغلبن صلیبھم ومحالھم عدوا محالک
فانصر علی آل الصلیب دعا بدیہ الیوم الک

(اے اللہ ہر آدمی اپنے مرکز کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے مرکز کی حفاظت فرما' دشمنوں کی صلیب تیرے مقام پر غالب نہ آئے' اہل صلیب کے خلاف آج اپنے ماننے والوں کی مدد فرما) (الملل و النحل' ۲: ۲۳۸)

اس کی تائید

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے نقل کیا کہ دیت دس اونٹ ہوا کرتی تھی حضرت عبد المطلب پہلے شخص ہیں جنہوں نے نفس کی دیت سو اونٹ مقرر کی اس کے بعد قریش اور عربوں میں سو اونٹ دیت ہی جاری ہو گئی۔

اقربا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (التبلیغات، ا = ۸۹) اس کو ہی رسول اللہ ﷺ نے ثابت رکھا۔

اس کے ساتھ یہ جملہ بھی ملاؤ جو یوم حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

(میں سچا نبی ہوں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔

کافر آباء کی طرف انتساب منع ہے

امام فخر الدین رازی اور ان کے موافقین کی تائید میں یہ سب سے قوی دلیل ہے کیونکہ احادیث میں کافر آباء کی نسبت سے منع کیا گیا ہے۔

ا۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے نقل کیا' حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دو آدمیوں نے اپنا انتساب کرتے ہوئے کہا انا فلاں بن فلاں' انا فلاں بن فلاں تو آپ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں دو آدمیوں نے انتساب کیا ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں تو آباء تک کہا' دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں اسلام ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان انتساب کرنے والوں کا حکم یہ ہے جس نے نو تک انتساب کیا ہے وہ نو بھی دوزخی ہیں اور یہ دسواں دوزخی ہے اور جس نے دو تک انتساب کیا ہے تو تیرا جنتی ہے۔ (شعب الایمان' ۴ = ۲۸۷)

۲۔ امام بیہقی نے حضرت ابو ریحانہ ؓ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے نو کافر آباء تک انتساب کیا اس سے مقصد عزت و شرافت ہو۔

فھو عاشر ھم فی النار   تو وہ دسواں دوزخی ہو گا۔

(ایضاً)

۳ ۔ انہوں نے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ان آباء پر فخر نہ کرو جو دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے تم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ناک کے ساتھ گوبر باندھ لینا ایسے آباء سے کہیں بہتر ہے۔ (شعب الایمان' ۴' = ۲۸۶)

۴ ۔ انہوں نے ہی حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا عیب اور آباء پر فخر ختم فرما دیا' ان لوگوں پر فخر کرنے سے باز رہو کیونکہ وہ جہنم کے کوئلے ہیں۔

(شعب الایمان' ۴' = ۲۸۵)

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں اس پر سب سے واضح وہ روایت ہے جو بیہقی نے شعب الایمان میں امام مسلم کے حوالے سے بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا چار امور جاہلیت کے ترک نہیں کیے جائیں گے ان میں سے ایک اپنے خاندان پر فخر کرنا ہے۔   (شعب الایمان' ۴' = ۲۹۰)

تعارض نہیں ہے

اس کے بعد کہا اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بنو ہاشم کے انتخاب پر فخر فرمایا ہے تو اس کے جواب میں امام حلیمی نے فرمایا آپ ﷺ کا مقصد فخر نہ تھا بلکہ مذکور افراد کے مقامات اور درجات کا تذکرہ تھا جیسے کوئی آدمی کہتا ہے میرے والد مجتہد ہیں تو اس سے فخر مراد نہیں بلکہ وہ اپنے والد کا امتیاز بیان کر رہا ہے۔

پھر کہا اس میں' اپنی ذات اقدس اور اپنے آباء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی نوازشات پر شکریہ بھی ہے' اس میں ہرگز فخر و تکبر نہیں۔ (شعب

الایمان' ۴ = ۲۹۱)

امام طیبی کا فرمان اس سے آباء کے درجات اور مقامات کا تذکرہ یا اپنی ذات اور آباء پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ہے۔

یہ امام فخرالدین رازی کے قول و مسلک کی واضح طور پر تائید کر رہا ہے۔ کہ آپ ﷺ کے تمام آباء مسلمان ہیں کیونکہ انتخاب و فضیلت صرف اور صرف اہل توحید ہی کو ہو سکتی ہے۔

ہاں بلاشبہ عبدالمطلب کے حق میں ترجیح دینا بہت مشکل ہے کیونکہ حدیث بخاری مخالف قوی ہے جس میں ہے کہ ابوجہل نے حضرت ابوطالب کو ایمان لانے سے منع کرتے ہوئے کہا تھا کیا تم ملت عبدالمطلب سے اعراض کر رہے ہو اگر اس میں تاویل کرو تو وہ قریب نہ ہوگی اور بعید تاویل کو اہل اصول نہیں مانتے یہی وجہ ہے جب امام بیہقی نے ادلہ کے درمیان سخت تعارض دیکھا اور ترجیح نہ دے سکے تو انہوں نے توقف اختیار کر لیا۔ یہ واضح کر رہا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے بارے میں چوتھا قول کیا جائے اور وہ توقف (خاموشی) ہے۔

نوٹ :۔ یہاں اہلِ علم نے فرمایا کہ ابوطالب کے دور میں اعلانِ نبوت ہو چکا تھا۔ اب انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری تھا اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ میں ملتِ موسیٰ پر ہوں' تب بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہاں عبدالمطلب کے دور میں بعثت نہ ہوئی تھی اس لئے وہ صاحبِ نجات ہوں گے۔ (قادری غفرلہ)

حضرت عبداللہ کے بارے میں ترجیح

بندہ کے ذہن میں روایت مذکور کی دو ترجیحاتِ بعیدہ اکثر آئی ہیں مگر میں نے انہیں ترک کر دیا۔ رہا حدیث نسائی کا مسئلہ تو اس کی تاویل قریب

ہے' سہیلی نے باب تاویل کھولا مگر اسے نبھا نہ سکے' حضرت عبداللہ ﷺ کے بارے میں ترجیح آسان ہے حالانکہ وہاں بھی حدیث مسلم معارض قوی ہے کیونکہ اس میں جو کچھ سہیلی نے کہا وہ نہایت ہی واضح طور پر تاویل قریب ہے اور تاویل کی ترجیح پر دلائل موجود ہیں لہٰذا تاویل کو اپنانا آسان ہے۔ واللہ اعلم

امام ابوالحسن ماوردی کی گفتگو

پھر بندہ نے امام ابوالحسن ماوردی کو پڑھا انہوں نے امام فخرالدین رازی جیسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا (اگرچہ تصریح نہیں کی)

تمام انبیاء علیہم السلام تمام بندوں سے منتخب اور تمام مخلوق سے بہتر ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کی ادائیگی اور مخلوق کی رہنمائی کا ذمہ دار بنایا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ انہیں اعلیٰ عناصر سے ترکیب دیتا ہے اور انہیں محکم امور سے مزین فرماتا ہے' ان کے نسب میں کوئی کمی نہیں ہوتی' ان کے منصب پر کوئی طعن نہیں ہوتا تاکہ دل ان کی طرف مائل ہوں' نفوس ان کے لئے بچھ جائیں' تو اب لوگ ان کی بات کو جلدی سنیں گے اور ان کے احکام کی زیادہ پیروی کریں گے۔ (اعلام النبوۃ' ۱۵۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو طیب خاندان سے بنایا' ہر قسم کے فواحش کی میل سے بھی محفوظ رکھا۔

ونقله من اصلاب طاہرة الی ارحام منزهة	اور آپ ﷺ کو پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف منتقل فرمایا۔

(اعلام النبوۃ ـ ۱۶۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی

وتقلبك فی الساجدین — اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں
(الشعراء - ۲۱۹) — منتقل ہونا۔

کے بارے میں منقول ہے۔

ای تقلبہ من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیا — کہ اس سے مراد پاک پشتوں میں "اب" در "اب" منتقل ہونا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نبی بنائے گئے۔

تو آپ ﷺ کا نورِ نبوت آپ ﷺ کے آباء میں ظاہر و روشن تھا۔ پھر آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بہن بھائی شریک نہیں تاکہ والدین کا انتخاب فقط آپ ﷺ کے لئے ہو اور ان کا نسب فقط آپ ﷺ تک ہی محدود رہے تاکہ وہ نسب فقط اسی ذات تک رہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی اعلیٰ اور اکمل درجہ نبوت کا عطا فرمانا ہے' اگر اس میں کوئی شریک یا مماثل ہو جاتا تو یہ کامل درجہ نہ رہتا' یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کا آپ ﷺ کے بچپن میں وصال ہو گیا' والد ماجد کا اس وقت وصال ہوا جب آپ ﷺ بصورت حمل تھے اور والدہ ماجدہ کا وصال اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر شریف چھ سال تھی' جب تم نے آپ ﷺ کے نسب کا شان اور طہارتِ مولد کو جان لیا تو اب یقین کر لو کہ آپ ﷺ اپنے اعلیٰ آباء کا ثمر ہیں' آپ ﷺ کے آباء میں کوئی ذلیل' متکبر اور بدمست نہیں بلکہ وہ سارے کے سارے سردار اور قائد تھے' نسب کا اعلیٰ ہونا اور طہارتِ مولد یہ دونوں نبوت کی شرائط میں سے ہیں۔ (اعلام النبوۃ - ۱۶۹)

شیخ ابو جعفر نحاس "معانی القرآن" میں اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

وتقلبک فی الساجدین — اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہونا۔ (الشعراء - ۲۱۹)

کے تحت لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

تقلبه فی الظهور حتٰی اخرجه نبیا — یہ آپ ﷺ کا ظہور کی طرف منتقل ہونا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ بصورت نبی تشریف فرما ہوئے۔

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا ہی خوب فرمایا

تنقل احمد نوراً عظیما تلألأ فی جباه الساجدینا

تقلب فیهم قرنا فقرنا الی ان جاء خیر المرسلینا

(عظیم نور احمد ہی سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا رہا اور ہر دور میں ان میں منتقل ہوتا ہوا بصورت خیر المرسلین ظہور پذیر ہوا)

انہوں نے یہ بھی فرمایا

حفظ الا له کرامة لمحمد آباه۔ الا مجاد صونا السمه

نزکوا السفاح فلم یصبیهم عار من آدم والی ابیه وا مه

(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے آباء کی حضور ﷺ کی وجہ سے حفاظت فرمائی۔ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والدین تک نکاح کا راستہ ہی اختیار کیا)

صاحب بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کیف ترقی رقیک الانبیاء یاسماء طاولتها سماء

لم یساووک فی علاک وقد حال سماء منک دونهم وسماء

انما مثلوا صفاتک للناس کما مثل النجوم الماء

انت مصباح کل فضل فما تصدر الا عن ضوئک الاضواء
لک ذات العلوم من عالم الغیب ومنها لادم الاسماء
ولم تزل فی ضمائر الغیب یختار لک الامہات والاباء
مامضت فترة من الرسل الا بشرت قومہا بک الانبیاء
تتباھی بک العصور و تسمو بک علیاء بعدھا علیاء
وبداللوجود منک کریم من کریم آباؤہ کرماء
نسب تحسب العلی بحلاہ قلاتہا نجومہا الجوزاء
ومنہا فہنئًا بہ الامنة الفضل الذی شرفت بہ حواء
من الحواء انہا حملت احمد او انہا بہ نفسا
یوم نالت بوضعہ ابنة وھب من فخار مالم تنلہ النساء
واتت قومہا بافضل مما حملت قبل مریم العذراء

فائدہ

امام ابن ابی حاتم تفسیر میں کہتے ہیں مجھے والد گرامی نے ان سے موسیٰ بن ایوب نصیبی نے انہیں حمزہ نے ان سے عثمان بن عطا نے اپنے والد سے بیان کیا حضور ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس آباء ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

امرِ ثالث

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے خصوصاً ایک روایت ہے جسے امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں سندِ ضعیف سے بطریق زہری انہوں نے ام سماعہ بنت ابی رھم سے انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کیا۔ میں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مرضِ وصال میں ان کے پاس تھی' اس وقت حضور ﷺ کی عمر پانچ سال تھی' آپ ﷺ ان کے سر اقدس کے پاس تشریف فرما تھے انہوں نے حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

بارک اللہ فیک من غلام   یا ابن الذی من حومة الحمام
(اے نوجوان! تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے' تو اس شخص کا بیٹا ہے جس نے موت سے نجات پائی)

نجابعون الملک المنعام   فودی غداة الضرب بالسهام
(مالک اور انعام کرنے والے کی مدد سے نجات پائی اور ان کا فدیہ ادا کر دیا گیا)

بمائة من ابل سوام   ان صح ما ابصرت فی المنام
(وہ سو اونٹ تھے تاکہ خواب کی تعبیر پوری ہو جائے)

فانت مبعوث الی الانام   من عندی ذی الجلال والاکرام
(تم لوگوں کی طرف رسول ہو' اللہ صاحبِ جلال و اکرام کی طرف سے)

تبعث فی الحل و فی الحرام   تبعث بالتحقیق والاسلام
(تم حرم اور غیر حرم کے نبی ہو اور تمہیں اسلام اور حقائق دے کر بھیجا گیا ہے)

دین ابیک البرہ ابراھام   فاللہ انھاک عن الاصنام
(آپ کے والد ابراہیم کا دین اعلیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے منع

(فرو:)

ان لا توائیھا مع الاقوام

(تم لوگوں سمیت بت پرستی سے بچو)

پھر فرمایا ہر زندہ فنا' ہر نیا پرانا اور تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں' میں فوت ہو رہی ہوں' لیکن میرا ذکر باقی رہے گا' میں خیر چھوڑے جا رہی ہوں' میں نے پاک کو جنا ہے' اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ ہم نے جنات سے یہ اشعار سنے۔

تبکی الفتاۃ البرۃ الامینہ ذات الجمال العفہ الرزینہ

(نیک اور امین خاتون رو دی۔ اور وہ صاحب جمال و عفیفہ ہیں)

زوجۃ عبداللہ والقرینہ ام نبی اللہ ذی السکینہ

(ان کے شوہر عبداللہ ہیں اور وہ صاحبِ مقام نبی کی والدہ ہیں)

وصاحب المنبر فی المدینہ صارت لدی حضرتھا رھینہ

(وہ نبی مدینہ کے صاحب منبر ہیں اور یہاں اس قبر میں مدفون ہیں)

آپ نے ملاحظہ کر لیا' یہ تمام گفتگو بتوں کی عبادت کی ممانعت اور دینِ ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام دے کر لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ تمام شرک کی نفی پر شاہد ہے۔

پھر میں نے تمام انبیاء کی ماؤں کے متعلق مطالعہ کیا تو ان تمام کو مومن پایا۔ تو حضرت اسحٰق' حضرت موسیٰ' حضرت ہارون' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی والدہ اور حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ' حضرت حواء ان تمام کا ذکر قرآن مجید میں ہے' بلکہ ان کے نبی ہونے کا بھی قول کیا گیا ہے۔ اور احادیث حضرت اسمٰعیل کی والدہ حضرت حاجرہ اور حضرت یعقوب کی والدہ' حضرت

داؤد، حضرت سلیمان، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شمویل، حضرت شمعون، اور حضرت ذوالکفل کی ماؤں کے ایمان کے بارے میں وارد ہیں۔

اور بعض مفسرین نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ماؤں کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ اور امام ابن حیان نے تفسیر میں اسے ترجیح دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پیچھے گزرا کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی کافر نہیں۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا

رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا (نوح، ۲۸)	اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، میرے والدین کو اور اسے جو حالت ایمان میں میرے گھر داخل ہو جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (ابراہیم - ۴۱)	اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرما دے، میرے والدین کو اور تمام اہل ایمان کو اس دن جب حساب ہو گا۔

قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس دعائے مغفرت کی ہے وہ صرف "اب" کے لئے تھی وہاں والدہ کا معاملہ نہیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ مومن تھیں۔

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح کہتے ہوئے حضرت ابن عباس ﷺ سے نقل کیا۔ اسرائیل کی اولاد میں دس انبیاء ہیں نوح، ہود، صالح، لوط،

شعیب' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور حضور علیہم الصلاۃ والسلام .. ہو اسرائیل تمام کے تمام اہل ایمان تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک ان میں کوئی کافر نہیں' پھر ان میں سے کچھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا تو بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کی مائیں صاحب ایمان ٹھہریں اور یہ واضح رہے کہ غالب انبیاء بنی اسرائیل' انبیاء کی یا ان کی اولاد کی اولاد ہیں' کیونکہ ان میں نبوت نسل در نسل تھی جیسا کہ روایات سے معروف ہے۔

ان دس مذکور کے علاوہ حضرت نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی ماؤں کا ایمان ثابت ہے۔ باقی حضرت ہود' صالح' لوط اور شعیب علیہم السلام کی ماؤں کا معاملہ تو اس پر نقل یا دلیل کی ضرورت ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ بھی صاحب ایمان ہوں گی۔ اسی طرح رسالت مآب ﷺ کی والدہ ماجدہ کا حکم ہے۔

نور کا مشاہدہ

اور اس میں راز و حکمت یہ ہے کہ ان تمام نے نور کا مشاہدہ کیا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔

امام احمد' بزار' طبرانی' حاکم اور بیہقی نے حضرت عرباض بن ساریہ ﷺ سے نقل کیا' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم ابھی مٹی میں تھے۔ میں تمہیں بتاؤں میں حضرت ابراہیم کی دعا' حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔

وکذلک امہات النبیین یرین اسی طرح تمام انبیاء کی ماؤں نے

(المستدرک' ۲ = ۶۰۳) نور کا مشاہدہ کیا۔

والدہ ماجدہ کے مشاہدات

حضور ﷺ کی والدہ نے آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور انہوں نے بحالت حمل اور ولادت جن عظیم نشانیوں اور آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا وہ دیگر انبیاء کی ماؤں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "المعجزات" میں کیا ہے۔

بعض اہل علم نے فرمایا" آپ ﷺ کو جس نے دودھ پلایا" اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور کہا آپ ﷺ کی رضاعی مائیں چار ہیں" آپ کی حقیقی والدہ" حضرت حلیمہ سعدیہ" حضرت ثویبہ اور حضرت ایمن رضی اللہ عنھن

اعتراضات

ان روایات کا کیا مفہوم ہے جو ان کے کفر اور دوزخی ہونے پر شاہد ہیں؟

۱۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کاش مجھے علم ہو کہ میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ولا تسئل عن اصحاب الجحیم　　تم سے اصحاب جحیم کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (البقرہ ۔ ۱۱۹)

۲۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی تو جبریل نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیا کرو۔

۳۔ یہ مروی ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔

۳ـ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین (التوبہ' ۱۱۳)

کسی نبی اور اہل ایمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ شرک کرنے والوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔

۴ـ آپ ﷺ نے ملیکہ کے بیٹوں کو کہا تھا تمہاری ماں دوزخ میں ہے ان پر یہ بات شاق گزری تو فرمایا میری والدہ بھی تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔

علمی اور تحقیقی جوابات

یہ جو کچھ بیان ہے یہ نہایت ہی ضعیف ہے' حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کے حوالے سے اس طرح کی کوئی شی بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں ماسوائے اس روایت کے جس میں ہے کہ آپ ﷺ کو ان کی مغفرت کی دعا کی اجازت نہ ملی' اور اس سلسلہ میں حدیث مسلم کے علاوہ کوئی چیز بھی صحیح نہیں اور ان کا جواب عنقریب آ رہا ہے۔ آیئے تفصیلاً جوابات ملاحظہ کر لیجئے۔

پہلے اعتراض کا جواب

۱ـ آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ کاش میرے والدین کے بارے میں مجھے معلوم ہو جائے' پر آیت ولا تسئل (الخ) نازل ہوئی۔

اس روایت کو کسی معتمد حدیث کی کتاب میں نقل نہیں کیا گیا۔ ہاں بعض تفاسیر میں سندِ منقطع سے اسے نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال اور اس پر اعتماد کسی طرح بھی درست نہیں' اگر ہم بھی اسی طرح کی شدید ضعیف روایات سے اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ مثلاً شیخ ابن جوزی نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبریل امین نے آ کر مجھے کہا اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ کے ہر

ملب پر جہاں آپ ﷺ ٹھہرے اور ہر رحم پر جہاں آپ ﷺ کا حمل رہا اور گود پر جس نے کفالت کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ (الموضوعات ۱ = ۲۸۳)

تو اب کمزور روایت کا کمزور سے معارضہ ہو جائے گا لیکن ہم اسے پسند ہی نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے استدلال پر ہم مطمئن ہیں۔

۲۔ اصول کی بناء پر تردید

یہ شانِ نزول دیگر اصولوں اور بلاغت اور [illegible] ناء پر مردود ہے۔ اس لئے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد جو [illegible] کی تمام یہود کے بارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون (البقرہ ۔ ۴۰)	اے بنی اسرائیل ! یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر کی اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور مجھ سے ہی ڈرو۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان

واذ ابتلی ابراهیم ربه (البقرہ ۔ ۱۲۴)	اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے آزمائش میں ڈالا۔

تک تمام میں یہود کا تذکرہ ہے' اسی لئے جیسے ابتدا میں کہا اسی طرح انتہا پر بھی فرمایا

یبنی اسرائیل اذکروانعمتی التی انعمت علیکم (البقرہ ۔ ۴۰)	اے بنی اسرائیل!میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی۔

روایت میں تصریح

اس بات کی تصریح ایک اثر میں موجود ہے۔ عبد بن حمید' فریابی' ابن جریر اور ابن منذر نے اپنی تفاسیر میں حضرت مجاہد سے نقل کیا فرمایا سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار آیات میں اہلِ ایمان کی مدح' دو آیات میں کفار کی مذمت' تیرہ آیات میں منافقین کی مذمت اور چالیس سے لے کر ایک سو بیس تک بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ (جامع البیان)

لفظ جحیم سے تائید

اس کی مزید تائید یوں بھی ہوئی ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ مدنی ہے اور اس میں اکثر خطاب یہود ہی سے ہے۔ ایک اور بات جو ہماری تائید کر رہی ہے وہ لفظ جحیم ہے جو لغت اور روایات کی بناء پر واضح ہے کہ وہ دوزخ کا بہت بڑا درجہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ابو مالک سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اصحاب الجحیم کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

ما عظم من النار — یہ دوزخ کا بڑا گھٹیا درجہ ہے۔

امام ابن جریر اور ابن منذر نے ابن جریج سے اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان

لھا سبعۃ ابواب — دوزخ کے سات درجے ہیں۔

(الحجر - ۴۴)

کے تحت نقل کیا سب سے پہلا جہنم' دوسرا لظی' تیسرا حطمہ' چوتھا سعیر' پانچواں سقر' چھٹا جحیم اور ساتواں ھاویہ

اس کے بعد فرمایا

الجحیم فیھا ابوجھل — اس جحیم میں ابوجہل ہو گا۔

جامع البیان' ۸ = ۴۷)

یاد رہے اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

تو دوزخ کے اس درجہ کے لائق وہی شخص ہو گا جس کا کفر عظیم، گناہ سب سے بڑا، اس نے دعوت کا انکار کیا ہو، دین کو بدل ڈالا ہو اور علم کے بعد انکار کیا ہو، وہ اس کے لائق نہیں ہو گا جس کے بارے تخفیف کا گمان ہو۔

جب ابوطالب کا یہ حال ہے

غور کیجئے جب حضرت ابوطالب کے بارے میں صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انہیں حضور ﷺ کی قرابت اور خدمت کی وجہ سے تمام اہل دوزخ سے کم عذاب ہو رہا ہے۔ (المسلم، باب اھون اھل النار)

حالانکہ انہوں نے دعوت پائی، اسے قبول نہ کیا اور بڑی طویل عمر پائی۔

فما ظنک بابویہ اللذین ھما اشد قربا واکدحبا وابسط عذرا واقصر عمرا

تو تمہارا آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں کیا خیال ہے جو آپ ﷺ سے سب سے زیادہ قربت رکھنے والے ہیں۔ سب سے زیادہ محبت کرنے والے، نہایت ہی معقول عذر رکھنے والے اور بہت کم عمر پانے والے ہیں۔

معاذ اللہ، ان دونوں کے بارے میں طبقہ جہنم میں ہونے اور ان پر اس قدر شدید عذاب کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے؟ ایسی بات تو ادنیٰ ذوقِ سلیم والا بھی ہرگز قبول نہیں کرے گا۔

۲۔ دوسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں آیا کہ جبریل نے آکر کہا شرک پر فوت ہونے والے کے لئے دعا نہ کیجئے، اسے محدث بزار نے نقل کیا ہے مگر اس کی سند میں نو

معروف راوی ہے' یہ کہنا کہ اس بارے میں آیت نازل ہوئی تھی' یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی' آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جب تک منع نہ کیا گیا میں تمہارے لئے دعا کروں گا۔ (البخاری' باب ماکان للنبی والذین امنوا)

۳۔ تیسرے اعتراض کا جواب

وہ روایت جس میں ہے کہ میری والدہ تمہاری والدہ کے ساتھ ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے اور مستدرک میں حاکم کا تصحیحِ حدیث میں تساہل معروف ہے' اس لئے علوم حدیث میں یہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ صحت میں حاکم کا تفرد مقبول نہیں پھر امام ذہبی نے مختصر المستدرک میں حاکم کے قولِ صحت کو نقل کرنے کے بعد کہا۔

لا واللہ فعثمان بن عمیر ضعفہ الدار قطنی

ہرگز یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کے راوی عثمان بن عمیر کو امام دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(تلخیص المستدرک' ۲ = ۳۹٦)

امام ذہبی نے حدیث کا ضعف ہی بیان نہیں کیا بلکہ اس پر قسم بھی اٹھائی ہے۔

جب یہ تمام روایات ضعیف ہیں تو اب دوسرے دلائل کی طرف رجوع کرنا جائز ہو گا۔

امرِ رابع

ہمارے اس مسلک کی تائید میں چوتھا امر یہ ہے کہ ایک پوری جماعت کے افراد کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ دورِ جاہلیت میں بھی دینِ حنیفی پر قائم تھے' انہوں نے دینِ ابراہیمی پر عمل کیا اور شرک کبھی اختیار نہ کیا۔

فما سمانع ان یکون ابوا النبی صلی اللہ علیہ سلکوا سبیلھم

اس میں کوئی رکاوٹ اور مانع ہے کہ آپ ﷺ کے والدین نے ہر

فی کل ذلک دور میں اس راہ کو اپنایا ہو؟

حافظ ابن جوزی نے التلقیح میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے دور جاہلیت میں بھی بت پرستی ترک کی' حضرت ابوبکر صدیق' زید بن عمرو بن نفیل' عبداللہ بن جحش' عثمان بن حویرث' ورقہ بن نوفل' رباب بن براء' اسد بن کریب حمیری' قس بن ساعدہ ایادی اور ابوقیس بن حرمہ۔ (تلقیح فہوم اہل الاثر' ۳۵۶)

احادیث سے تائید

زید بن عمرو بن نفیل' ورقہ اور قس کے بارے میں تو احادیث بھی وارد ہیں۔ ابن اسحاق نے تعلیقاً حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ کے ساتھ پشت لگائے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا" اے گروہ قریش! تم میں سے کوئی بھی میرے سوا دینِ ابراہیم پر نہیں رہا پھر کہنے لگے اے اللہ! کاش میں جان لیتا کہ تجھے بندوں میں سے کون زیادہ پسند ہے مگر نہیں جانتا۔

میں کہتا ہوں اس سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے جو گزرا کہ اس وقت کوئی دعوت دینے والا اور اسے صحیح انداز میں پہنچانے والا نہ تھا۔

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں عمرو بن عبسہ سلمی سے نقل کیا میں نے دور جاہلیت میں اپنی قوم کے بتوں سے منہ موڑ لیا تھا اور میں نے جان لیا کہ پتھروں کی پوجا کرنا باطل ہے۔ (دلائل النبوۃ' ۱ = ۲۵۷)

امام بیہقی اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بطریق شعبی سے جہینہ کے شیخ کے حوالے سے نقل کیا کہ عمرو بن حبیب نے اسلام کا دور پایا۔

امام اشعری کے ارشاد کا مفہوم

امام اشاعرہ شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا "ابوبکر مازال بعین الرضا

منہ" اس قول کے مفہوم میں اہل علم کا اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا سیدنا ابوبکر صدیق بعد بعثت نبوی سے پہلے بھی مومن تھے' بعض نے کہا بلکہ مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر ہمیشہ ان لوگوں میں رہے جن پر غضب نہیں ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ ایمان لائیں گے اور منتخب لوگوں کے سربراہ بنیں گے۔

شیخ تقی الدین سبکی نے فرمایا اگر یہی معانی کئے جائیں تو پھر سیدنا ابوبکر صدیق اور دیگر صحابہ میں مساوات رہے گی کوئی امتیاز پیدا نہ ہو گا حالانکہ امام اشعری نے یہ کلمات صرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہے ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں کہے۔ لہٰذا درست مفہوم یہ ہو گا کہ ان سے کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر سرزد نہیں ہوا' بعثتِ نبوی سے پہلے ان کا حال زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے ساتھیوں والا تھا اسی لئے امام نے حضرت ابوبکر کو مخصوص کیا ہے۔

والدین شریفین کے بارے میں یہی بات ہے

بندہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کا معاملہ بھی یہی ہے ان سے بھی کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ثابت نہیں' ممکن ہے ان کا حال بھی حضرت زید بن عمرو بن نفیل' حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کی طرح ہی ہو بلکہ حضرت صدیق اور زید بن عمرو کو یہ حنفیت دورِ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہی نصیب ہوئی کیونکہ یہ دونوں بعثت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور بہت چاہنے والے تھے۔

فابواہ اولی بعود برکتہ علیھما و فضلھما مما کان علیہ اھل الجاھلیۃ

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو یہ برکت و فضیلت ان دورِ جاہلیت کے لوگوں سے بطریق اولیٰ نصیب ہو گی۔

چوتھے اہم اعتراض کا جواب

اب ایک عقدہ رہ جاتا ہے اور وہ حدیث مسلم ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے' ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد کہاں ہے فرمایا دوزخ میں' جب وہ واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے واپس بلا کر فرمایا میرا "اب" اور تیرا "اب" آگ میں ہیں' اسی طرح امام مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کی بخشش کے لئے دعا کی اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ کو اجازت نہ ملی اس عقدہ کو کیسے کھولو گے؟

لیجئے تحقیقی جواب

تمہارا اعتراض میرے سر آنکھوں پر' لیکن اب تحقیقی جواب سنیں' حدیث کے الفاظ "ان ابی واباک فی النار" پر راوی متفق نہیں' انہیں صرف حماد بن مسلمہ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کئے ہیں اور اسی سند سے مسلم نے بھی نقل کئے' مگر معمر نے ثابت سے یہ الفاظ نقل نہیں کئے بلکہ انہوں نے یہ الفاظ ذکر کئے۔

اذا مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار	جب تم کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرو تو اسے دوزخ کی اطلاع دو۔

دیکھیں ان الفاظ کا آپ ﷺ کے والد ماجد کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں اور روایت کے اعتبار سے مذکورہ الفاظ زیادہ ثابت و محفوظ ہیں۔

معمر' حماد سے ثقہ ہیں

کیونکہ حضرت معمر' حماد سے زیادہ ثقہ ہیں کیونکہ حماد کے حفظ میں کلام و جرح ہے اور اس سے منکر احادیث بھی مروی ہیں۔ محدثین نے کہا کہ ان کی

کتب میں ان کے ربیب نے گڑبڑ کر دی تھی' حماد گو وہ حفظ نہ تھیں انہوں نے جب ان سے بیان کیا تو غلطی ہو گئی۔

امام بخاری نے روایت نہ لی

یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے حماد سے روایت ہی نہیں لی اور امام مسلم نے بھی اصول میں ان سے روایت نہیں ذکر کی' البتہ اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت کریں' امام حاکم نے المدخل میں کہا مسلم نے حماد سے اصول میں روایت نہیں لی ہاں صرف اس صورت میں جب وہ ثابت سے روایت بیان کریں' اسی طرح مسلم نے شواہد میں جماعت سے ان کی روایت ذکر کی ہے' رہا معمر کا معاملہ تو ان کے حفظ میں بھی جرح نہیں اور نہ ان سے منکر روایات ہیں۔ ان سے حدیث لینے میں بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہٰذا معمر کے الفاظ زیادہ محفوظ ہوں گے۔

دیگر احادیث سے معمر کی تائید

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ بھی معمر عن ثابت عن انس کی تائید کرتے ہیں۔ محدث بزار' طبرانی اور بیہقی نے بطریق ابراہیم بن سعد ان سے زہری نے ان سے عامر بن سعد نے اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ایک اعرابی نے آپ ﷺ سے پوچھا

این ابی؟ میرا والد کہاں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا آگ میں' اس نے کہا

فاین ابوک؟ آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟

فرمایا

حیثما مررت بقبر کافر فبشرہ بالنار — جب بھی تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر دنا۔

یہ روایت بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے۔ لہٰذا معمر کے الفاظ پر ہی اعتماد کیا جائے گا اور ان کو دوسرے الفاظ پر تقدیم حاصل ہو گی۔

امام طبرانی اور بیہقی نے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا وہ اعرابی بعد میں مسلمان ہو گیا تو وہ کہا کرتا تھا میں نے آپ ﷺ سے سوال پوچھ کر اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا ہے کہ اب مجھے ہر کافر کی قبر کے پاس یہ کہنا پڑتا ہے۔

امام ابن ماجہ کی روایت

امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا' ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میرا والد صلہ رحمی اور فلاں فلاں کام کرتا تھا' وہ کہاں ہے؟ فرمایا آگ میں' اسے اس نے محسوس کیا' اس نے کہا آپ ﷺ کے والد کہاں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے دوزخ کی خبر دے' بعد میں وہ اعرابی مسلمان ہو گئے تو کہا کرتے میں نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال لیا کہ جب بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں تو مجھے یہ کلمات کہنا پڑتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ' باب ما جاء فی زیارۃ قبور المشرکین)

یہ اضافہ بھی قطعی طور پر اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عمومی کلمات ہی فرمائے تھے' اسی بناء پر اعرابی نے مسلمان ہونے کے بعد ان پر عمل کیا جس کی وجہ سے انہیں مشقت محسوس ہوئی' اگر ان کلمات پر مشتمل جواب ہوتا جو حماد سے مروی ہیں "ان ابی و اباک" تو اس میں ایسی کوئی بات ہی نہیں۔ اب تو واضح ہو گیا کہ پہلے الفاظ راوی کا اپنا تصرف ہے انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنٰی روایت کر دیا۔

بخاری و مسلم کی روایات

بخاری و مسلم کی بہت سی روایات میں ایسا معاملہ ہے کہ ایک راوی نے ان

میں تصرف کیا جبکہ دوسرا راوی اس سے زیادہ ثقہ ہوتا ہے اور اس کے الفاظ محفوظ ہوتے ہیں مثلاً مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قرأت بسم اللہ کی نفی کے بارے میں حدیث مروی ہے' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں علت یہ بیان فرمائی کہ دوسری ثقہ سند سے بسم اللہ کے سماع کی نفی ثابت ہے نہ کہ قرأت کی نفی' راوی نے اس سے نفی قرأت سمجھی اور اپنے فہم کے مطابق اسے بالمعنیٰ روایت کر دیا تو خطا ہو گئی۔

ہم بھی اس مقام پر حدیث مسلم کا وہی جواب دیں گے جو ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قرأت بسم اللہ کی نفی والی حدیث مسلم کا دیا ہے اور اگر تم پہلے الفاظ پر راویوں کا اتفاق مان لو تو اس صورت میں وہ روایت سابقہ تمام دلائل کے معارض و مخالف ہو گی۔

اور جب دیگر دلائل حدیث صحیح کے معارض ہوں اور وہ اس سے راجح بھی ہوں تو ایسی حدیث میں تاویل کرنا اور دیگر دلائل کو اس پر مقدم کرنا لازم ہو جاتا ہے' جیسا کہ اصول حدیث میں مسلم ہے۔

عدم اذن کا جواب

اس آخری جواب سے "بخشش کی اجازت نہ ملنے" کا جواب بھی دیا جاتا ہے لیکن اس میں جواباً یہ بھی کہا جائے گا کہ تمہارا دعویٰ ملازمت (اجازت نہ ملنا کفر کی ہی علامت ہے) غلط ہے کیونکہ ابتداء اسلام میں مقروض پر جنازہ و دعا کی حضور ﷺ کو اجازت نہ تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا تو آپ ﷺ کو اجازت نہ ملنے کا سبب کچھ اور بھی ہو سکتا ہے' اول جواب بہت عمدہ اور دوسرے میں بہر صورت تاویل ہے۔

ایک اور واضح تائیدی روایت

بعد میں مجھے ایک اور روایت ملی جس کے الفاظ روایت معمر کے مطابق

ہیں اور وہ بہت ہی واضح ہے اور اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ سائل نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد گرامی کے بارے میں سوال کیا مگر اس نے خوب تأمل اور ادب سے کام لیا' آیئے روایت پڑھیے

امام حاکم نے مستدرک میں روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے لقیط بن عامر سے نقل کیا کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں تھے ہمارے ساتھ نہیک بن عاصم بن مالک بن منتفق بھی تھے۔ ہم مدینہ طیبہ رجب کے اختتام پر پہنچے' ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی' آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا...... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جاہلیت کے دور میں جو لوگ چلے گئے ان کے بارے میں کوئی خبر ہے؟ قریش میں سے ایک آدمی بول پڑا اور کہا تیرا والد منتفق دوزخ میں ہے' لوگوں کی بھری مجلس میں جب اس نے میرے والد کے بارے میں یہ بات کی تو میرے جسم میں تو آگ لگ گئی' میں نے ارادہ کیا میں آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے والد کے حوالے سے پوچھوں (کیونکہ ان کا وصال بھی تو بعثت سے پہلے ہی ہوا تھا) پھر میں نے غور کیا تو اس سے بہتر جملہ ذہن میں آگیا تو میں نے عرض کیا

واھلک یا رسول اللہؐ	آپ ﷺ کے سابقہ خاندان کا کیا معاملہ ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی قریشی یا عامری مشرک کی قبر سے گزرے تو اسے کہہ

ارسلنی الیک محمد فابشرک بما یسوءک	مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے میں تجھے وہ ہی خبر دے رہا ہوں جو
(المستدرک' ۴ = ۶۰۷)	تیرے لئے ہے۔

اس روایت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں' یہ تو بہت ہی واضح اور ظاہر روایت ہے۔

مراد ہی ابوطالب ہوں

اگر ان تمام واضح دلائل کے بعد بھی تمہارا خیال یہی ہے کہ پہلے الفاظ "ان ابی و اباک" ہی ثابت ہیں تو پھر ان سے آپ ﷺ کے چچا مراد لے لو' والد حضرت عبداللہ مراد نہ لو جیسا کہ امام فخرالدین رازی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "اب" سے مراد چچا لیا ہے اور اس پر پیچھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت مجاہد' ابن جریج اور سدی کی تصریح گزر چکی ہے۔

دو اہم امور

یہاں دو اہم امور کا سامنے لانا بھی ضروری ہے جو ہماری تائید کرتے ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں "اب" کا اطلاق حضرت ابوطالب پر بہت ہی معروف تھا۔

ا۔ اسی بناء پر کفار نے ان سے کہا تھا

قل لابنک یرجع عن شتم الھتنا — اپنے بیٹے سے کہو ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے باز آ جائے۔

۲۔ ایک دفعہ انہوں نے ابوطالب سے کہا تھا

اعطنا ابنک نقتلہ وخذ ھذا الولد ومکانہ — اپنا بیٹا ہمارے حوالے کر دو اور یہ بیٹا اس کے عوض تم لے لو۔

۳۔ اس کے جواب میں حضرت ابو طالب نے کہا

اعطیکم ابنی تقتلونہ واخذ ابنکم اکفلہ لکم — میں اپنا بیٹا تمہیں قتل کے لئے دے دوں اور تمہارا بیٹا پالنے کے لئے لے لوں۔

۴۔ جب حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کیا اور حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے جب ان کا پڑاؤ بحیرا راہب کے پاس ہوا تو اس نے پوچھا

ماھذا منک؟	یہ تمہارے کیا لگتے ہیں؟

حضرت ابوطالب نے کہا

ھذا ابنی	یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا اس بچے کا والد زندہ نہیں ہو سکتا۔

تو حضرت ابوطالب خدمت' کفالت اور چچا ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے "اب" کے نام سے ہی مشہور و معروف تھے' انہوں نے آپ ﷺ کی خوب حفاظت و دفاع اور مدد کی تو ممکن ہے سوال ہی انہی کے بارے میں ہو۔

۲۔ بلکہ اسی طرح کی ایک روایت میں حضرت ابوطالب کا ہی تذکرہ ہے' امام طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیشہ صلہ رحمی' پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک' یتیم کے ساتھ نیکی' مہمان نوازی اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہیں' ہشام بن مغیرہ ہمیشہ یہ عمل کرتا رہا ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

کل قبر لا یشھد صاحبہ ان لا الہ الا اللہ فھو جثوۃ من النار	ہر وہ قبر جس کے مدفون نے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نہیں پڑھا وہ جہنم کا گڑھا ہے۔

میں نے خود اپنے چچا کو دوزخ کے گڑھے میں پایا

فاخرجہ اللہ بمکانہ منی واحسانہ الی فجعلہ فی ضحضاح من النار	تو اللہ تعالیٰ نے میری قربت کی وجہ سے دوزخ سے نکالا اور ان کو آگ کے کنارے پر کر دیا۔

(المعجم الکبیر' ۲۳=۴۰۵)

اہم نوٹ

کچھ اہل علم ان جوابات سے بھی مطمئن و خوش ہوئے' لیکن انہوں نے وارد شدہ روایات کے جواب میں کہا یہ تمام منسوخ ہیں' جیسا کہ وہ روایات منسوخ ہیں جن میں ہے کہ مشرکین کے بچے دوزخی ہوتے ہیں' اطفال مشرکین کے بارے میں مروی احادیث کے لئے یہ فرمان باری تعالیٰ ناسخ ہے

ولا تزرو ازرۃ وزر اخری — کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اور والدین نبوی کے بارے میں جو روایات ہیں ان کا ناسخ اس آیت مبارکہ سے ہے۔

وما کنا معذ بین حتی نبعث رسولا' (الاسرا - ۱۵) — اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

لطف یہ ہے کہ دونوں فریق کے بارے میں دونوں جملے ایک ہی آیت مبارکہ میں موجود ہیں۔ یہ مذکورہ جواب نہایت ہی مختصر اور مفید ہے۔ یہ ہر جواب سے مستغنی کر دیتا ہے مگر یہ سارا کچھ مسلکِ اول پر ہو سکتا ہے' ثانی مسلک پر نہیں جیسا کہ واضح ہے' اس لئے مسلکِ ثانی کی وجہ سے ہم نے متعدد اور تفصیلی جوابات دیئے ہیں۔

تتمہ

حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے ہلکا عذاب حضرت ابوطالب پر ہے وہ جہنم کے اوپر والے حصہ میں اس طرح ہیں کہ ان کے پاؤں میں آگ کے جوتے ہیں جن سے ان کا دماغ پگھل رہا ہے۔

یہ چیز خود واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کے والدین آگ میں نہیں کیونکہ

اگر بالفرض وہاں ہوتے تو انھیں ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا کیونکہ وہ دونوں رشتہ کے لحاظ سے ان سے زیادہ قریب اور عذر کے لحاظ سے ان سے زیادہ معقول ہیں کیونکہ انھوں نے بعثت نبوی پائی ہی نہیں نہ ان پر اسلام پیش ہوا کہ انھوں نے اس سے انکار کیا ہو بخلاف حضرت ابوطالب کے وہاں اسلام پیش ہوا مگر انھوں نے انکار کیا' صادق مصدوق ذات اقدس ﷺ نے خبر دی کہ انھیں سب سے کم عذاب ہو رہا ہے۔

فلیس ابواہ من اھلھا تو واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے والدین اہلِ آگ نہیں۔

اس ضابطہ کو اصولیین کے ہاں اشارۃ النص کہا جاتا ہے۔

میدانِ مجادلہ کا منصب

اس دور میں خصوصاً اس مسئلہ پر مجادلہ کرنے والے بہت ہیں اور ان کی اکثریت یہ نہیں جانتی کہ مسئلہ پر استدلال کا کیا طریقہ ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ تو کلام ہی ضائع ہے لیکن میں پھر بھی ایسی گفتگو کر رہا ہوں جو میرے مجادل کے ذہن کے قریب ہو کیونکہ اس کی زبان پر اکثر یہ رٹ ہے کہ مسلم کی حدیث تمہارے موقف کے خلاف ہے۔

اگر مخالف شافعی المسلک ہے

اگر میرا مجادل شافعی مسلک رکھتا ہے

۱۔ تو میں ان سے کہوں گا صحیح مسلم میں یہ بھی تو حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے حالانکہ تم بسم اللہ کے بغیر نماز کی صحت مانتے ہی نہیں ہو۔

۲۔ پھر حدیث صحیح سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام' اقتدا کے

لئے بتایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو' جب وہ اٹھے تم بھی اٹھو' جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہو' جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تم بھی بیٹھ جاؤ' حالانکہ اس کے مخالف تمہارا معاملہ الٹ ہے' تم امام کی طرح سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہو' جب امام عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھائے اور تم میں عذر نہ ہو تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہو نہ کہ بیٹھ کر۔

۳۔ بخاری و مسلم میں حدیث تیمم ہے کہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارو پھر دائیں کو بائیں پر اور ہاتھوں کے ظاہر اور چہرے پر ملو' لیکن تم تیمم میں ایک ضرب پر اکتفا کرتے ہو اور نہ ہی ہاتھ کے بندوں پر۔

کیا تم بخاری و مسلم کی احادیث کی مخالفت نہیں کر رہے؟ اگر تمہارے پاس کوئی علم کی بو ہے تو تم کہو گے کہ ان کے مقابلہ میں کچھ دیگر مضبوط دلائل ہیں جن پر ہمارا عمل ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہی ہے۔

اس کے خلاف بھی اگر کوئی دلیل ہے تو اس طریق سے اسے لایا جائے کیونکہ وہ ہی طریقہ اس کے لئے اور دیگر مسائل کے لئے ثبوت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اگر مقابل مالکی ہے

اگر ہمارا مقابل مالکی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے بیع کرنے والے جب تک جدا نہ ہوں انہیں اختیار ہوتا ہے۔ حالانکہ تم خیار مجلس مانتے ہی نہیں ہو۔

۲۔ مسلم میں حدیث صحیح ہے آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور تمام سر کا مسح نہ فرمایا حالانکہ تم وضو میں تمام سر کا مسح لازم قرار دیتے ہو۔

تم نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کیوں کی؟ تم یہ کہو گے کہ ان کے مقابل و معارض احادیث زیادہ قوی ہیں انہیں ہم نے مقدم رکھا تو ہم بھی عرض کریں

گے ہمارا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

اگر مقابل حنفی ہے

اگر ہمارا مقابل حنفی ہے تو ہم عرض کریں گے

۱۔ بخاری و مسلم میں ہے جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات دفعہ دھویا جائے حالانکہ تم سات دفعہ دھونا لازم قرار نہیں دیتے۔

۲۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں جو فاتحہ نہ پڑھے حالانکہ تم اس کے بغیر بھی نماز صحیح مانتے ہو۔

۳۔ بخاری و مسلم میں ہی ہے پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ تو ... ساتھ کھڑے ہو جاؤ حالانکہ تم اطمینان و اعتدال کے بغیر نماز صحیح ...

۴۔ حدیث میں ہے جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا لیکن تم دو قلوں کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔

۵۔ بخاری و مسلم میں ہے آپ ﷺ نے مدبر کی بیع فرمائی حالانکہ تم اس کی بیع جائز ہی نہیں مانتے۔

تم نے ان احادیث کی مخالفت کیوں کی؟ یہی کہو گے کہ ان سے بڑھ کر قوی روایات موجود ہیں ان پر عمل کر رہے ہیں' تو ہم نے بھی یہی گزارش کی ہے۔

اگر مقابل حنبلی ہے

اگر ہمارا مقابل حنبلی ہے تو ہم عرض کریں گے۔

بخاری و مسلم میں ہے جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی' انہی دونوں میں یہ بھی ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو حالانکہ تم یوم شک کا روزہ جائز سمجھتے ہو' کیا تم نے بخاری و مسلم کی مخالفت نہیں کی؟ تم جواباً یہی کہو گے ان سے قوی دلائل پر عمل پیرا

ہیں 'ہم بھی تو یہی طریقہ عرض کر رہے ہیں۔
آج شاید لوگوں کو اس طریقہ سے بات سمجھ آ جائے۔

اگر مقابل محض ناقلِ حدیث ہے

اگر ہمارا مقابل محض ناقلِ حدیث ہے اسے یہ سمجھ نہیں کہ اس میں بیان کیا ہے؟ اس سے یہ عرض کیا جائے کہ متقدمین علماء کا یہ قول ہے "محدث بغیر فقہ اس پنساری کی طرح ہے جو طبیب نہ ہو" یعنی ادویات تو اس کے پاس ہیں مگر وہ یہ نہیں جانتا ان کا استعمال کہاں ہوتا ہے؟ اور مجتہد بغیر حدیث کے اس طبیب کی طرح ہے جو پنساری نہیں یعنی وہ ادویات کا محل اور استعمال تو جانتا ہے مگر اس کے پاس وہ موجود ہی نہیں۔

رہا بندہ کا معاملہ تو بحمد للہ مجھے حدیث' فقہ' اصول اور دیگر علوم عربیہ معانی و بیان وغیرہ میں خوب مہارت حاصل ہے۔ میں جانتا ہوں گفتگو کا سلیقہ کیا ہوتا ہے' بات کس طرح کرنی چاہیے' استدلال کیسے کیا جاتا ہے' ترجیح دینے کے ضابطے کیا ہیں؟ لیکن میرے مقابل بھائی (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تجھے بھی توفیق سے نوازے) تم تو ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے نہ فقہ' نہ اصول' نہ علوم آلیہ اور نہ حدیث میں مہارت اور نہ استدلال کا طریقہ تو جب تک علوم میں مہارت نہ ہو کسی معاملہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہوتا' آپ سے گزارش ہے کہ تم صرف اسی پر اکتفا کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے مثلاً کوئی کسی حدیث کے بارے میں پوچھے تو تم اسے بتاؤ یہ منقول ہے یا نہیں ہے' حفاظ نے اسے صحیح' حسن یا ضعیف قرار دیا ہے' سوائے اس کے تمہارے لئے باقی چیزوں میں فتویٰ دینا جائز نہیں بلکہ جو اس کے اہل ہیں معاملہ ان کے سپرد کر دو۔

لا تحسب المجد تمرا انت آکله   لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

(کھجور کھا لینا بزرگی نہیں بلکہ صبر و استقامت اختیار کرنا بزرگی ہوتی ہے)

مذاہب اربعہ کے مقلدین

اب ایک اور معاملہ مذاہب اربعہ کے مقلدین کے سامنے رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مسلم نے صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا حضور ﷺ کی ظاہری حیات' حضرت ابوبکرؓ کے دور اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں۔

ہمارا ہر طالب علم سے یہ سوال ہے "کیا تمہارا اس حدیث پر عمل ہے اگر اپنی بیوی کو "انت طالق ثلاثا" کہتا ہے تو کیا تمہارے نزدیک اسے فقط ایک ہی طلاق ہو گی' اگر تم کہو ہاں ایک ہی ہو گی تو اس پر معاوضہ کیا جائے گا اور اگر کہو نہیں تین ہوں گی تو تم نے حدیث مسلم کی خلاف ورزی کی؟ اگر تم کہو اس روایت کے معارض احادیث ہیں تو میری عرض یہ ہو گی کہ زیر بحث مسئلہ میں بھی اسی طریق کو اپنا لو۔

اس تمام گفتگو سے مقصود یہ تھا کہ مسلم کی ہر حدیث صحیح کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر عمل ضروری ہے کیونکہ کوئی اس کا معارض بھی ہو سکتا ہے۔ (اگر وہ نہ ہوا تو اس پر عمل لازم ہو گا)

تیسرا مسلک

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے' اس مسلک کی طرف حفاظ و محدثین وغیرہ کا ایک بہت بڑا گروہ گیا ہے مثلاً امام ابن شاہین' امام ابوبکر خطیب بغدادی' امام سہیلی' امام قرطبی' امام محب الدین طبری' علامہ ناصر الدین بن منیر وغیرہم

ان سب نے اس پر اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابن شاہین نے الناسخ والمنسوخ میں' خطیب بغدادی نے السابق واللاحق میں' دار

ثعلبی اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں سند ضعیف کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ مقام حجون سے گزرے تو آپ ﷺ نہایت ہی غمگین اور پریشان تھے' آپ ﷺ کافی دیر وہاں ٹھہرے پھر واپس لوٹے تو نہایت ہی خوش و خرم تھے' میں نے پوچھا تو فرمایا میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا

فسألت الله ان يحيها فاحياها فامنت بی وردها الله

میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے زندہ کرنے کے لئے عرض کیا تو اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس لوٹا دیا۔

(السابق واللاحق' ۲۷۷)

(الناسخ والمنسوخ' ۲۸۴)

اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے بلکہ بعض نے کہا موضوع ہے لیکن درست رائے یہ ہے کہ یہ ضعیف ہی ہے موضوع نہیں میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھ دیا ہے۔

امام سہیلی کی رائے

امام سہیلی نے الروض الانف میں ایک سند سے اسے ذکر کیا اور کہا اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے مجہول ہیں' رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے والدین کے زندہ کرنے کی دعا کی

فاحياهما له فامنا به ثم اماتهما

تو وہ دونوں زندہ ہوئے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر انہیں موت دے دی گئی۔

(الروض' ۱ = ۱۱۳)

سہیلی اس کے بعد لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اس کی رحمت اور قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے نبی ﷺ اس لائق ہیں کہ وہ

ان پر جس قدر چاہے اپنی نوازشات، کرم اور فضل کی بارش فرمائے۔

امام قرطبی کی رائے

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ زندہ ہونے والی حدیث اور بخشش کی اجازت نہ ملنے والی حدیث ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ زندہ ہو کر ایمان لانے والی حدیث دوسری سے بعد کی ہے کیونکہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے واضح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے اس بناء پر امام ابن شاہین نے اسے مذکورہ روایات کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔ (التذکرۃ، ۱۶۷)

علامہ ناصر الدین بن منیر مالکی

علامہ ناصر الدین بن المنیر مالکی "المتقفی فی شرف المصطفیٰ" میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے لئے بھی مردوں کا زندہ ہونا ثابت ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔ آگے چل کر کہتے ہیں حدیث میں ہے جب آپ ﷺ کو کفار کے لئے دعا سے منع کر دیا گیا

دعا اللہ ان یحیی لہ ابویہ فاحیاھما فامنا بہ وصدقا وماتا مؤمنین	تو حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے والدین کو زندہ کرنے کے لئے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی اور پھر حالتِ ایمان میں ان پر موت آئی۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات میں وصال تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی لہذا (یہ زندہ ہو کر ایمان لانا) انہی اکرامات میں سے ہے اور

فرمایا ان کا زندہ ہو کر ایمان لانا نہ عقلی طور پر محال ہے اور نہ شرعی طور پر' قرآن مجید میں ہے بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کے بارے میں بتایا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کے ہاتھوں مردوں کی ایک پوری جماعت زندہ ہوئی' پھر فرمایا جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو آپ ﷺ کے کمالات و اعزازات میں اضافہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں کون سی رکاوٹ اور مانع ہے؟ (التذکرہ)

حافظ فتح الدین بن سید الناس نے السیرۃ میں حدیث احیاء اور عذاب والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا' بعض اہل علم نے ان روایات میں موافقت پیدا کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور رفیق اعلیٰ کے پاس جانے سے پہلے آپ ﷺ کے فضائل' درجات اور کمالات میں مسلسل ترقی ہوتی گئی تو ممکن ہے یہ مقام آپ ﷺ کو پہلے حاصل نہ ہو جو اب حاصل ہو گیا تو زندہ ہو کر ایمان لانے والی احادیث دیگر روایات کے بعد کی ہیں' لہٰذا احادیث میں کوئی تعارض ہی نہیں۔ (عیون الاثر' ۱ = ۱۴۳)

بعض اہل علم نے سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کی آمد اور اس پر آپ ﷺ کے استقبال کا ذکر کرنے کے بعد لکھا

هذا جزاء الام عن ارضاعه لكن جزاء الله عظيم

(یہ رضاعی ماں کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم جزا ہو گی)

وكذلك ارجو ان يكون لامه عن ذلك آمنة بدار نعيم

(امید ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حقیقی والدہ کو جزا کے طور پر جنت عطا فرمائے گا)

ویکون احیاها الاله وآمنت بمحمد فحدیثها معلوم

(اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور یہ حدیث مشہور ہے)

فلربما سعدت به ایضا کما سعدت به بعد الشقاء حلیمه

(یہ سعادت انہیں بھی نصیب ہوئی جیسا کہ شفا کے بعد حلیمہ کو نصیب ہوئی)

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الہادی" میں حدیث احیاء والدین ذکر کرنے کے بعد کہا

حبا اللّٰه النبی مزید فضل علی فضل وکان به رؤوفا

(اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ پر خوب فضل ہے اور آپ ﷺ پر نہایت ہی مہربانی ہے)

فاحیا اللّٰه امه وکذا اباه لایمان به فضلا لطیفا

(اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ اور والد پر لطف فرماتے ہوئے زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں)

فسلم فالقدیم بذا قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا

(یہ تسلیم کرلو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اگرچہ اس بارے میں حدیث ضعیف ہے)

خاتمہ

علماء کی ایک جماعت کے ہاں یہ مسلک قوی نہیں وہ حدیث مسلم وغیرہ کو اپنے ظاہر پر ہی رکھتے ہیں۔ وہ نسخ وغیرہ بھی نہیں مانتے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں

لا یجوز لاحد ان یذکر ذلک — کسی کے لئے بھی یہ بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔

امام سہیلی نے روض الانف میں حدیث مسلم کے بعد لکھا' ہمارے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ ہم آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں ایسی بات کہیں' آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے

لا تؤذو الاحیاء بسب الاموات — فوت شدہ کو برا کہہ کر زندوں کو اذیت نہ دو۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ — بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت۔

قاضی ابوبکر بن العربی کا فتویٰ

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے حضور ﷺ کے آباء آگ میں ہیں تو انہوں نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ (الاحزاب - ۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت۔

اور فرمایا

ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار

اس سے بڑھ کر کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے ان کے والد آگ میں ہیں۔

پانچواں قول

بعض علماء نے پانچواں قول اختیار کیا اور وہ ہے توقف ... امام تاج الدین فاکہانی نے الفجر المنیر میں لکھا

اللہ اعلم بحال ابویہ

آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔

امام باجی نے شرح مؤطاء میں لکھا بعض علماء نے فرمایا حضور ﷺ کو فعل مباح وغیرہ سے بھی اذیت دینا جائز نہیں۔

ہاں دوسرے لوگوں کو فعل مباح کے ساتھ اذیت جائز ہے اس سے ممانعت نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے والے پر گناہ ہے پھر لکھا یہی وجہ ہے جب حضرت علی ؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

انما فاطمۃ بضعۃ منی

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

اور میں نہیں حرام کرتا جو میرے اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہے لیکن

والله لا تجتمع ابنة رسول الله وابنة عدو الله عند رجل ابدا (المنتقى شرح الموطا)

اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک آدمی کے ہاں جمع نہیں ہو سکتیں۔

جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مباح عمل سے بھی آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا ہرگز جائز نہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا (الاحزاب - ۵۷ - ۵۸)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے اور جو لوگ اہل ایمان مرد اور خواتین کو اذیت دیتے ہیں اس کے علاوہ جو انہوں نے کیا تو وہ اٹھاتے ہیں بہتان عظیم

غور کیجئے اہل ایمان کی اذیت کے ساتھ ایک شرط عائد ہے "جو انہوں نے نہ کیا"

واطلق الاذی فی خاصۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر شرط

لیکن حضور ﷺ کے بارے میں اذیت کے حوالے سے کوئی شرط نہیں۔

یعنی ہر حال میں آپ ﷺ کو اذیت دینا حرام و منع ہے۔

مسئلہ

مجھے کہا گیا کہ میں اس مسئلہ کو نظم کی صورت دوں تو میں اس کتاب کا اختتام اپنی اس نظم پر کر رہا ہوں۔

فقلت :

إن الذي بعث النبي محمداً ... أنجى به الثقلين مما يجحف(٢)
ولأمه وأبيه حكم شائع ... أبداه أهل العلم فيما صنفوا
فجماعة أخروهم مجرى الذي ... لم يأته خبر الدعاة المسعف
والحكم فيمن لم تجئه دعوة ... أن لا عذاب عليه حكم مؤنف
فبذاك قال الشافعية كلهم ... والأشعرية ما بهم متوقف
وبسورة الإسراء فيه حجة ... وبنحو ذا في الذكر آي تعرف
ولبعض أهل الفقه في تعليله ... معنى أرق من النسيم وألطف
إذ هم على الفطر التي ولدوا ولم ... يظهر عناد منهم وتخلف
ونحا الإمام الفخر رازي الورى ... منحى به للسامعين تشنف
قال الألى ولدوا النبي المصطفى ... كل على التوحيد إذ يتحنف
من آدم لأبيه عبدالله ما ... فيهم أخو شرك ولا مستنكف
فالمشركون كما بسورة توبة ... نجس وكلهم بطهر يوصف
وبسورة الشعراء فيه تقلب ... في الساجدين فكلهم متحنف
هذا كلام الشيخ فخر الدين في ... أسراره هطلت عليه الذرف
فجزاه رب العرش خير جزائه ... وحباه جنات النعيم تزخرف
فلقد تدين في زمان الجاهلية فرقة دين الهدى وتحنفوا
زيد بن عمرو بن نفيل هكذا الصديق ما شرك عليه يعكف
قد فسر السبكي بذاك مقالة ... للأشعري وما سواه مزيف
إذ لم تكن عين الرضا منه على الصديق وهو بطول عمر حنف

عادت عليه محبة السادات فما	في الجاهلية للضلالة معرف
فلأمه وأبوه [illegible]	دارت من الآيات ما لا يوصف
وجماعة ذهبوا إلى إحيائه	أبويه حتى آمنا لا خوفوا
وروى ابن شاهين [illegible] سنداً	في ذاك لكن الحديث مضعف
هذا مسالك لو [illegible] بعضها	لكفى فكيف لها إذا تتألف
وبحسب من لا يرتضيها صمته	ادباً ولكن أين من هو منصف
صلى الإله على النبي محمد	ما جدد الدين الحنيف محنف

والدین کریمین اور حدیث

امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہمیں ابوالحسین بن بشران نے انہیں ابوجعفر رازی نے انہیں یحییٰ بن جعفر نے انہیں زید بن حباب نے ان سے یاسین بن معاذ نے انہیں عبداللہ بن یزید نے ان سے طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

لو ادرکت والدی و احدھما وانا فی صلاۃ العشاء وقد قرأت فیھا بفاتحۃ الکتاب فنادی یا محمد لاجبتھا لبیک	کاش میں اپنے والدین دونوں یا کسی ایک کو پا لیتا اور میں نماز عشا ادا کر رہا ہوتا اور سورۃ الفاتحہ بھی پڑھ چکا ہوتا اور وہ مجھے اے محمد! کہہ کر بلاتے تو میں اسی وقت حاضر ہو جاتا۔
(شعب الایمان' ۶ = ۱۹۵)	

امام بیہقی فرماتے ہیں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہیں۔

فائدہ

شیخ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ہمیں محمد بن یحییٰ نے عبدالعزیز بن

عمران سے ان سے ہشام بن عاصم سے بیان کیا' جب ہم غزوۂ احد کے موقعہ پر حضور ﷺ کی طرف نکلے اور مقام ابواء پر ہمارا پڑاؤ ہوا تو ہندہ بن عتبہ نے ابوسفیان کو کہا کاش: تم محمد کی والدہ کی قبر اکھاڑو اگر تم میں سے کوئی قیدی بنا تو تم ان کی والدہ کو بطور فدیہ دے دینا" ابوسفیان نے یہ بات قریش سے کہی تو انہوں نے کہا یہ دروازہ نہ ہی کھولو ورنہ بنوبکر ہمارے مردوں کو بھی نکال پھینکیں گے۔ (اخبار مکہ" ۲ = ۲۷۲)

فائدہ

حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ ؓ کے یہ اشعار ہیں' جنہیں امام صلاح الدین صفدی نے تذکرہ میں نقل کیا

لقد حکم السارون فی کل بلدة بان لنا فضلا علی سادة الارض

(ہر شہر میں یہ اطلاع ہے کہ ہمیں تمام زمین کے سرداروں پر فضیلت ہے)

وان ابی ذو المجد والسود والذی یشاربه ما بین بسر الی حفص

(میرے والد (عبدالمطلب) صاحب بزرگی اور ایسے سردار تھے کہ بسر سے لے کر حفص تک انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا)

وجدی و آباء له ابلوا العلی قدیما لطلب العرف والحسب المحض

(اور میرے دادا اور ان کے آباء کے لئے بلندیاں پرانی ہو گئیں سب لوگوں نے ایسا تعارف اور حسب و نسب کی بہت کوششیں بھی کیں)